The Drinched Book

UNIVERSAL
LIBRARY

ذرّۂ عظیم

یعنی

تعلیمِ جدید کے الحادی اثر کا ایک عبرتناک قصّہ

ترجمہ

از

محترمہ مسز واتل صاحبہ یعنی بنتِ دیوان نرندر ناتھ صاحب ایم اے

باہتمام دار الاشاعت پنجاب

سنہ ۱۹۱۷ء

مطبوعہ یونین سٹیم پریس لاہور

بار اول ۱۰۰۰ جلد

ننھا الائنل

انگلستان میں سمندر کے کنارے ایک چھوٹے مگر نہایت سرسبز وخوبصورت گاؤں میں ایک شام کو کہ بادوباراں کے سخت طوفان کے بعد آسمان صاف ہوگیا تھا۔ کالے کالے بادلوں کے وہ مہیب دَل جو تھوڑی دیر پہلے سر پھوڑ پھوڑ کر لڑ رہے تھے۔ اب علیحدہ ہوگئے تھے۔ اور دُور مغرب کی طرف آفتاب کی دُھندلی زرد روشنی کی جھلک کہیں کہیں نظر آجاتی تھی۔ سمندر کی لہروں میں تو اب تک وہی غیر معمولی تیزی تھی۔ وہ پہلے ہی کی طرح جھنجلائی ہوئی آتی اور اپنا سر پٹک ڈالتی تھیں۔ مگر ہوا میں اب تیزی کا نام نہیں رہا تھا۔ بلکہ سہانے خوشگوار جھونکے اِدھر اُدھر اٹکھیلیاں کر رہے تھے۔ چھوٹے چھوٹے کمزور پودے جن کو بارش کی تیزی نے بالکل زمین سے لگا دیا تھا۔ اب سر اُٹھانے کی کوشش میں تھے۔ اور ننھی ننھی چڑیاں گھونسلوں سے باہر آرہی تھیں۔ اتنے میں ایک نہایت پیاری چھوٹی سی بلبل بے تابی سے نکل کر ایک کھڑکی پر آبیٹھی۔ اور بڑی سُریلی اور میٹھی آواز میں کوئی سُرالاپنے لگی۔ گویا اندر بیٹھنے والوں کو اپنی خوش الحانی سے مسرور کیا چاہتی ہے۔

اس چھوٹے کمرے کی کھڑکی کھلی ہوئی تھی۔ اور کوئی ننھا طالب علم ایک ڈیسک کے پاس بیٹھا ہوا غور سے کچھ پڑھتا۔ اور تھوڑی تھوڑی دیر میں پنسل سے کچھ نشان بھی کرتا جاتا تھا۔ بلبل کے گیت کی دل لبھانے والی آواز کان میں آتے ہی بچے نے شوق سے اس کی طرف دیکھا۔ مگر کسی خیال کا آنا تھا۔ کہ فوراً اپنے جذبات کو ضبط کر کے نگاہ نیچی کر لی۔ اور پھر مصروف ہو گیا۔ یہ ضبط اور سنجیدگی کسی بوڑھے محب یا لندن کے کسی بنک کے محرر کے تو ضرور شایاں تھی۔ مگر اس کم سن بچے میں ان اوصاف کا ہونا بہت ہی عجیب معلوم ہوا۔ عمر تو اس کی ابھی ۱۱ ہی سال کی تھی۔ مگر چہرہ زرد تھا۔ فکر اور تکان کے آثار ابھی سے نمایاں تھے۔ یہاں تک کہ ننھی پیشانی پر سلوٹ تھی۔ اور آنکھوں سے ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ کسی سوچ اور فکر میں ڈوبی ہوئی ہیں۔ یہ دیر تک پڑھتا اور سوچتا رہا۔ یہاں تک کہ دن ختم ہونے لگا۔ اور حروف دھندلے دکھائی دینے لگے۔ چنانچہ اس نے اپنی گردن اور بھی جھکا دی۔ حتیٰ کہ اس کے بال کتابوں سے چھونے لگے۔ اور وہ ننھی چڑیا جو اسے اسی خوش نما منظر کا پیغام دینے آئی تھی۔ اس کی بے توجہی سے بالکل ملول ہو گئی۔ کم از کم اس نے اپنا سریلا راگ بند کر دیا۔ اور چونچ سے پر جھاڑنے لگی۔ مگر حیرت سے بار بار اس کا منہ تاکتی۔ گویا پوچھنا چاہتی ہے۔ کہ جب ہر چیز شاد و خنداں۔ خوش و خرم نظر آرہی ہے۔ تو یہ بچہ کیوں افسردہ خاطر ہے؟

اس کمرے سے کچھ فاصلے پر آفتاب عالمتاب اپنا نورانی چہرہ چھپا لینے کو تھا۔ اس کی سنہری شعاعوں نے دور دور تک پھیل کر ہر چیز کو پُر نور بنا دیا تھا۔ سمندر کی سطح پر جو اب مقابلتاً بہت ساکن تھی۔ ایک سونے کی چادر بچھی ہوئی معلوم ہوتی۔ دور اُفق کے پاس جہاں تک نظر کام کرتی۔ سنہری شعاعیں اپنا جمال دکھا رہی تھیں۔ بلکہ ایک سنہری کرن

کمرے کے اندر تک پہنچ کر بچے کے سر کو چوم رہی تھی۔ کہ اتنے میں دروازہ کھلا۔ اور ایک بشاش نوجوان اندر داخل ہوا۔ اور ہنس کر لڑکے سے کہا:۔

"ابھی تم پڑھ ہی رہے ہو لائنل۔ اب اس وقت جانے دو۔ بالکل شام ہو گئی ہے۔ اور آسمان صاف ہے۔ چلو ذرا باہر چلیں"+

لڑکے نے ہنس کر مگر ذرا خوف کے لہجے میں کہا "کیا انہوں نے اجازت دے دی مسٹر مونٹروز"+

مسٹر مونٹروز نے ہنس کر مذاقاً جواب دیا "میں نے ان سے نہیں پوچھا۔ مگر میں کہتا ہوں۔ بلکہ حکم دیتا ہوں۔ کہ تم چلو۔ میں تمہارا استاد ہوں۔ اور تم کو میرا کہا ماننا چاہئیے"+

لڑکا ہنس کر کھڑا ہو گیا۔ مگر اپنی کتاب کی طرف دیکھا۔ اور ذرا شرما کر کہنے لگا:۔

"میں ابھی تک اس سوال کو سمجھا نہیں"+

"اس وقت جانے دو۔ تم بہت تھک گئے ہو۔ پھر دیکھا جائے گا۔ اب چل کر مس پین کے ہاں ذرا چاء پئیں گے۔ کہو چلو گے"؟

"ضرور چلئے۔ مگر پہلے سمندر کے کنارے ہوتے جائیں گے۔ سورج غروب ہو رہا ہے۔ اور مجھے سمندر کے کنارے سے اسے دیکھنا بہت ہی اچھا لگتا ہے"+ یہ کہ کر وہ اپنی کتابیں وغیرہ اٹھانے میں مصروف ہو گیا+ سب سے پہلے نہایت احتیاط سے وہ کاغذ جن پر لکھ رہا تھا۔ لپیٹ کر رکھے+ پھر پنسل بنائی۔ قلموں کو پونچھا۔ کتابیں بہت باقاعدہ الماری میں جمائیں+

مسٹر مونٹروز خاموش دروازے پر کھڑے یہ سب دیکھ رہے تھے۔ وہ خود بہت باسلیقہ اور نفیس طبع آدمی تھے۔ مگر اس وقت خطرتاً ان کو بھی یہی خیال آیا کہ اگر یہ بچہ

سب چیز اسی طرح تتر بتر چھوڑ کر چلا آتا۔ تو مناسب و موزوں تھا +

جب تمام سامان باقاعدہ رکھ چکا۔ تو لڑکے نے ان کی طرف دیکھا۔ اور کھونٹی سے ٹوپی اُتار کر سر پر پہن لی۔ اور ان کی طرف بڑھا + مسٹر مونٹروز نے بھی اپنی ٹوپی اوڑھی۔ چھتری ہاتھ میں لے کر نیچے اُترے۔ اور مکان کے باہر چلے گئے + ننھا لائنل آہستہ آہستہ ڈرتا ہوا قدم بڑھائے جاتا تھا۔ اور یہ دونو بائیں باغ کی طرف ہو کر پھاٹک کے قریب پہنچے۔ کہ اتنے میں اوپر کی منزل سے کسی عورت کی میٹھی آواز "لائلی" پکارتی ہوئی ان کے کان میں پڑی + نگاہ اٹھائی۔ تو ایک چمکتا ہوا خوبصورت چہرہ چنبیلی کے پھولوں میں (جس کی بیل کھڑکی پر تھی) دکھائی دیا +

"اماں جان سلام" لائنل نے کہا۔ اور اس کی طرف دیکھ کر بندگی کی + بچے کی صاف اور نرم آواز سن کر عورت کی آنکھیں محبت سے بھر آئیں۔ وہ پیچھے ہٹی۔ اور غائب ہو گئی + اس کے تھوڑی دیر بعد ایک چھوٹی کشتی سمندر کی لہروں پر تیزی سے چلتی ہوئی نظر آئی + ولیم مونٹروز پی۔ اے نہایت اشتیاق سے چپو لئے کھے رہے تھے۔ اور ماسٹر لائنل ویلیسکورٹ رئیس اعظم جان ویلیسکورٹ کا نورِ نظر کشتی کے آخری کنارے بیٹھا ہوا تھا + اس کی نظر لہروں پر جمی ہوئی تھی۔ اور وہ نہایت شوق سے چھوٹی چھوٹی لہروں کو دیکھ رہا تھا۔ جو آتیں اور کشتی سے ٹکرا کر ٹوٹ جاتی تھیں + ہزاروں چھوٹی چھوٹی پانی کی بوندیاں جو ہیروں کی کنیوں کی طرح چاروں طرف بکھر جاتی تھیں۔ اس کو بہت ہی محظوظ کر رہی تھیں + یہ دیکھتے دیکھتے اس کو کچھ سنکھ نظر پڑے۔ جن میں بہت چھوٹے جانوروں کی بستی تھی + اس نے اسے بڑے شوق سے اُٹھا لیا۔ اور غور سے دیکھنے لگا + وہ ان چھوٹے حشرات الارض کو دیکھ رہا تھا۔ اور اسے صانع حقیقی کا خیال برابر دل میں تھا + یہ گیارہ

سال کا کم سن بچہ بوڑھے عالموں کی طرح دیر تک سوچتا رہا۔ اور سوچتے سوچتے کچھ اداس سا ہو گیا + ان بے شمار جانوں کی ہستی سے کیا مطلب ہے۔ انہیں کس نے پیدا کیا ہے۔ وغیرہ ایسے ہی بہت سے خیالوں نے اسے پریشان کر دیا + اس وقت سب طرف روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ سمندر کے کنارے پہاڑوں کی چوٹیاں چمک رہی تھیں۔ مسٹر مونٹروز غور سے۔ نہیں۔ محبت بھری آنکھوں سے اس منظر کو دیکھ رہے تھے + شاید اسے اپنے وطن کے پُر فضا ساحل یاد آرہے تھے۔ کہ یکایک اس کی نگاہ اس پر پڑی + حیرت سے اس نے پوچھا "تم کیا کر رہے ہو" ؟

اس سنکھ کی بستی کو دیکھ رہا تھا۔ دیکھئے کیسے ننھے مُنّے لوگ ہیں۔ ان کی جانیں بھی ایسی ہی قیمتی ہوں گی۔ جیسی ہماری ہیں" + یہ کہکر اس نے اپنا بیش بہا دفینہ استاد کے سامنے کیا +

مسٹر مونٹروز نے اس کی باتوں کا کچھ جواب نہ دیا + جیب سے طلائی گھڑی نکال کر دیکھا۔ اور جلدی میں کہا۔ چائے کا وقت ہے۔ ان کیڑوں کو وہیں ڈال دو۔ اور تم بھی چپتو لے کر کھینا شروع کرو" +

لائنل یہ سُن کر خوش ہوا۔ پہلے اس نے بڑی احتیاط سے سنکھ پانی میں ڈال دیا۔ اور پھر اپنی طاقت بھر زور لگانے لگا + اس ورزش نے اس کے کملائے ہوئے زرد چہرے کو کچھ سرخ کر دیا۔ اور تکان کے آثار اب بالکل غائب ہو گئے +

لائنل نے ایک نظر آسمان کی طرف ڈالی۔ دوسری اپنے جھاگ سے بھرے ہوئے کپڑوں پر۔ اور ہنس کر کہنے لگا "آج ہمیں ضرور ڈانٹ پڑے گی" +

"مجھے پڑے گی۔ تمہیں نہیں۔ مگر میری یہ آخری شام ہے۔ اس لئے مجھے پروا نہیں +

یہ سُننا تھا۔ کہ لائنل کی تمام خوشی غائب ہو گئی۔ اس نے حیرت اور افسوس سے کہا۔ آپ کی آخری شام ہے؟ نہیں۔ نہیں۔۔۔۔۔۔ یہ کس طرح ممکن ہے؟

مسٹر مونٹروز نے پیار سے اس کی طرف دیکھا۔ اور کہنے لگا" چلو چائے پی لیں۔ بعد میں تمہیں بتا دوں گا+ زندگی ہمیشہ ایکساں نہیں رہتی۔ ہمیں اس طرح تلاطم آتے ہیں۔ جیسے تم نے ابھی سمندر میں دیکھا+ ہمیں ان باتوں پر سمجھ کی نگاہ ڈالنی چاہیئے تھوڑی تھوڑی تکلیفوں۔۔۔۔ جدائیوں۔۔۔۔ وغیرہ کی پروا نہیں کرنی چاہیئے+ تم نے بہت دفعہ سنا ہو گا۔ کہ ہمارے پیارے سے پیارے عزیز بھی ضرور بچھڑ جاویں گے+ چلو اب ہم مس پین کے پاس چلیں۔ وہاں کچھ کھائیں گے۔ اور اس سے باتیں کرنے میں تمہارا جی لگ جاوے گا"+

لائنل بالکل خاموش کھڑا تھا۔ اس کا چہرہ زرد پڑ گیا تھا۔ اور اس سے بات نہ کی جاتی تھی+ آخر ہلکے سے بولا" میں سمجھ گیا۔ ابا جان آپ کو واپس بھیجتے ہوں گے۔ مجھے تعجب نہیں۔ میں جانتا ہی تھا۔ کہ یہ ایک دن ضرور ہونا ہے"+

یہ کہ کر اس نے جلدی جلدی آنسو آنکھوں میں پچا لیئے۔ اور پھر کہنے لگا" مجھے بڑا ترس آتا ہے۔ میری کمزوری ہے۔ میں ہر وقت ہی یہ خیال کیا کرتا ہوں+

مسٹر مونٹروز نے ان باتوں کو مصلحتاً ٹال دیا۔ اور تھوڑی دیر میں کہنے لگا۔ تو اب چلنا چاہیئے+

یہ کشتی سے اُتر کر کنارے پر چلنے لگے۔ مگر دونوں کی چال میں بہت فرق تھا۔ ایک جلدی جلدی شوق سے قدم اُٹھا رہا تھا۔ دوسرا آہستہ آہستہ لاپرواہی سے۔ گویا اس کی ٹانگیں اس کے دُبلے پتلے جسم کا بوجھ بھی نہیں سہار سکتیں+ یہ دونوں بالکل

خاموش تھے۔ درد بھرے خیالوں نے ان کے لبوں پر مُہر لگا دی تھی+ انہوں نے پیچھے مُڑ کر طلوع آفتاب کے دلفریب منظر کو بھی نہ دیکھا۔ جس کے لئے وہ اپنے گھر سے روانہ ہوئے تھے+ اس شاہ راہ کو چھوڑ کر وہ ایک گلی کی طرف مُڑے۔ اور ایک جھونپڑی کے آگے۔ جو اوپر سے نیچے تک خوشبودار پھولوں میں لدی ہوئی تھی۔ کھڑے ہو گئے+ اس کے آگے ایک تختے پر لکھا تھا:۔

تازہ انڈے۔ لذیذ بالائی۔ مٹھائی۔ چائے وغیرہ ہر وقت مل سکتی ہے+

دہقان عورت کی اس غریبانہ رہایش کے اندر داخل ہو کر استاد اور شاگرد نظر سے غائب ہو گئے+ سمندر میں اب ہر لحظہ تلاطم کم ہو رہا تھا۔ اس کے ساحل پر اس وقت سوائے دو بوڑھے ملاحوں کے جو اس عظیم الشان بحر اعظم کی سطح کو دیکھ رہے تھے۔ اَور کوئی نہ تھا+ یہ دونوں کبھی کبھی چُرٹ جلاتے اور باتیں کرتے تھے+

خدا کا شُکر

اسی شام کو جان ویلسکورٹ لائنل کے والد ماجد دیر تک اپنے کھانے کے کمرے میں بیٹھے ہوئے ایک خوش وضع شخص سے جن کا نام نامی سر چارلس ایلزبیرونٹ تھا۔ باتیں کرتے رہے+ سر چارلس اس خاندان کے پرانے واقف تھے۔ اور جب کبھی یہ لوگ لندن میں ہوتے۔ اکثر آیا کرتے۔ اور ہر دفعہ ایک نہ ایک نیا چٹکلا ساتھ لاتے+ کبھی کسی کی نمانہ جنگیوں کا حال سنا کر کبھی کسی کی بُرائی۔ کسی کی مذمت کر کے ان کو محظوظ کیا کرتے تھے۔ مگر آج شام اس چھوٹے گاؤں میں ان کا تشریف لانا بہت ہی غیر متوقع تھا۔ اور اسی مضمون پر دونوں صاحبوں میں بات چیت ہو رہی تھی+

سر چارلس۔ میرے ارادے کبھی پختہ نہیں ہوتے۔ جس وقت جو طبیعت میں آیا کرلیا۔ میرے ایک دوست یہاں قریب ہی رہتے ہیں۔ انہوں نے مجھے مدعو کیا تھا۔ اس لئے اس وقت آپ کی خدمت میں حاضر ہوں +

مسٹر ویلسکورٹ۔ امید ہے آپ وہاں بہت خوش رہتے ہوں گے +

سر چارلس۔ آج تو کچھ طبیعت اُچاٹ سی ہوگئی تھی۔ دوپہر کو جی نہیں لگا۔ تو آپ سے ملاقات کا قصد کیا +

ویلسکورٹ۔ مگر آپ سے کس نے کہا۔ کہ ہم لوگ آج کل یہاں ہیں +

سر چارلس نے مسکرا کر جواب دیا۔ ایسے چھوٹے چھوٹے مقامات میں تو کوئی بھی بات چھپی نہیں رہتی۔ اور آپ نے تو یہاں کا سب سے بڑا مکان لیا ہے۔ تو کس طرح ممکن ہے۔ کہ آپ کا نام عوام کو نہ معلوم ہو؟ یہ مکان تو واقعی بہت ہی عُمدہ معلوم ہوتا ہے +

مسز ویلسکورٹ نے جو میز کے پاس سے ہٹ کر ایک کھڑکی کے پاس آرام کرسی پر بیٹھی تھیں۔ پیچھے مُڑ کر دیکھا۔ اور ایک انداز سے ہنس کر بولیں۔ مجھے تو بالکل پسند نہیں۔ نہایت مرطوب ہے۔ اور بالکل آراستہ نہیں۔ معلوم نہیں جان نے یہ ذلیل جگہ کیوں تبدیل آب و ہوا کے واسطے پسند کی +

مسٹر ویلسکورٹ نے ذرا سختی کے لہجے میں کہا۔ تم کو معلوم تو ہے کیوں پسند کی۔ مجھے اور تم کو تو اب اتنی بڑی عمر میں تبدیل آب و ہوا کی ضرورت ہی کیا۔ مگر لائنل کو سمندر کی ہوا کی ضرورت تھی۔ اسی کی خاطر سے میں نے اسے اور سب پر ترجیح دی۔ میں چاہتا تھا۔ کہ وہ بڑے شہروں کی بھیڑ بھاڑ اور شور و غل سے دور رہ کر اچھی طرح پڑھ سکے + اس جگہ ریل پر نہ ہونے سے لوگ بہت کم آتے ہیں۔ اور یہاں وہ اپنے

استاد کی نگرانی میں اچھی طرح پڑھ سکے گا۔

مسز ویلسکورٹ کچھ نہ بولیں۔ اور منہ پھیر کر کھڑکی کے باہر درختوں کے پتوں کو جن پر اس وقت پانی کی چھوٹی چھوٹی بوندیں چاند کی خوش نما روشنی میں چمکتی ہوئی نہایت ہی پیاری معلوم ہو رہی تھیں دیکھنے لگیں۔ سر چارلس بھی تھوڑی دیر کچھ نہ بولے۔ پھر کہنے لگے "آپ مونٹروز کو تو ہٹایا چاہتے ہیں"۔

"ہاں میں نے اسے نکال دیا۔ مونٹروز کی عمر بہت چھوٹی ہے۔ اسے تجربہ بالکل نہیں۔ وہ لڑکے کی جسمانی تربیت پر زیادہ زور دیتا ہے۔ دماغی پر بالکل نہیں۔ مگر میرے خیال میں اب انگلستان کو پہلوانوں کی ضرورت نہیں۔ عقل والے اور عالم آدمیوں کی حاجت ہے"۔

"دونوں باتیں ساتھ ہی ساتھ ہونی چاہئیں۔ صرف ایک پر زور دینے سے کوئی خاص فایدہ نہیں"۔

ویلسکورٹ ذرا خوش ہو کر بولے۔ میں بھی تو یہی کہتا ہوں۔ مگر مونٹروز بالکل اس قابل نہیں۔ کہ میری رائے سمجھ سکے۔ اس نے تو صاف مجھے کہ دیا ہے۔ کہ لائنل اس قدر کام کی طاقت نہیں رکھتا۔ اور اسے کامل آرام کی ضرورت ہے۔ دوسری وجہ جس سے میں اسے رکھنا نہیں چاہتا یہ ہے۔ کہ اسے ابھی تک خدا کی ہستی کا یقین ہے۔ دُنیا ہزاروں برس آگے نکل آئی ہے۔ ہماری تہذیب کہاں کی کہاں پہنچ گئی مگر اس کے دل سے ابھی وہ پُرانے وحشیانہ خیالات نکلے ہی نہیں"۔

"آپ کو پہلے معلوم ہوتا۔ تو شاید آپ اسے رکھتے ہی نہیں"۔

"ہرگز نہیں"۔ اتنا کہ کر گھڑی جیب سے نکال کر دیکھا۔ اور کہنے لگے "تھوڑی

دیر معاف فرمائیے - میں نے مونٹروز کو اس وقت آنے کو کہا تھا - اسے تنخواہ دینی ہے - وہ صبح ہی روانہ ہو جاوے گا"+

مسز ویلسکورٹ ہلکے سے اٹھیں - اور دروازے کی طرف بڑھیں+ سر چارلس کی طرف مہربانی سے دیکھ کر بولیں "آپ گول کمرے میں آجائیے - مجھے کچھ کہنا ہے"+

یہ دونوں اس کمرے میں جو ذرا اَور سب سے زیادہ اچھی طرح سجا ہوا تھا چلے گئے - مسٹر ویلسکورٹ دوسری طرف بڑھے - اور ایک کمرے میں داخل ہوئے - جو پہلے تو شاید گودام تھا - مگر اب لائنل کی پڑھائی کا کمرہ بنالیا گیا تھا+ یہاں مسٹر مونٹروز اپنے آقا کے منتظر بیٹھے تھے+ ان کا چہرہ زرد تھا - اور کچھ اُداس سے معلوم ہوتے تھے+

مسٹر ویلسکورٹ نے آتے ہی الماری کا خانہ کھول کر اپنی بنک کی کتاب میں سے ایک چٹ پھاڑی - اور جلدی سے کچھ لکھ کر مونٹروز کو دے دی+ اس کو دیکھتے ہی مونٹروز کا چہرہ غصے سے سُرخ ہوگیا+ اس نے اسے واپس کردیا - اور کہنے لگا "نہیں صاحب ٹھیک رقم دیجئے - میں ایک کوڑی زیادہ نہیں چاہتا"+

مسٹر ویلسکورٹ نے حیرت اور غصے سے دیکھا - جلدی سے وہ چٹ پھاڑ ڈالی - اور کچھ نوٹ اور اشرفیاں نکال کر میز پر ڈال دیں+

مسٹر مونٹروز ان کی طرف دیکھ کر بولے - مجھے آج نہایت خوشی ہے - کہ آپ نے مجھے رخصت دی - میں خود مدت سے استعفا دینا سوچ رہا تھا - میں ہرگز اس معصوم بچے کے قتل میں آپ کا شریک نہیں ہوا چاہتا"+

یہ سنتے ہی ویلسکورٹ غصے سے تھرا گئے - اگر کوئی بمب کا گولہ بھی کمرے میں پھٹ

پڑتا۔ تو شاید وہ اس قدر نہ چونک پڑتے۔ اچھی طرح بول بھی نہ سکے۔ کہنے لگے۔ یہ....
یہ..... بچے کا قتل! میں نے کیا ٹھیک سنا؟

"جی ہاں۔ بچے کا قتل میں نے کہا۔ آپ خود خیال کریں۔ میں نے کیا کچھ غلط کہا؟ آپ کا ایک ہی بچہ ہے۔ جو خدا کے فضل سے نہایت ہی ذہین اور نیک لڑکا ہے۔ آپ اسے کسی وقت کھیلنے نہیں دیتے۔ ورزش نہیں کرنے دیتے۔ کسی سے ملنے نہیں دیتے۔ یہ کتنا ظلم ہے۔ یہ باتیں اس کی صحت پر بہت برا اثر کر رہی ہیں۔ آپ کسی ڈاکٹر سے پوچھ دیکھیں۔ کہ کیا کہتا ہے۔ یہ بچے کا قتل نہیں۔ تو اور کیا کہوں"؟

"بس بکو نہیں۔ اپنی تنخواہ اُٹھاؤ۔ اور چلے جاؤ۔

مونٹروز نے غصے سے اس کی طرف دیکھا۔ روپیہ اُٹھا لیا۔ اور سلام تک کئے بغیر باہر چلا گیا۔ ویلسکورٹ غصے میں بھرے ہوئے تھوڑی دیر وہیں بیٹھے رہے۔ رفتہ رفتہ خیال آیا۔ کہ دوسرے پروفیسر صاحب جو آرہے ہیں۔ بہت ہی دانا اور منطقی آدمی ہیں۔ جو کچھ نقصان اس کی صحبت سے لائنل کو پہنچا ہے۔ ضرور جلدی رفع کر دیں گے۔

اس خیال نے انہیں کچھ ٹھنڈا کیا۔ اور کمرے سے نکل کر یہ پھر اسی طرف گئے۔ جہاں اپنے معزز مہمان اور گھر والی کو چھوڑ آئے تھے۔ مگر وہاں ان دونوں میں سے ایک بھی نہ تھا۔ ایک نوکر سے معلوم ہوا۔ کہ سر چارلس تو مدت ہوئی چلے گئے۔ اور بیگم صاحبہ باغ میں ٹہل رہی ہیں۔ ویلسکورٹ کھڑکی کے پاس جا کر دیکھنے لگے۔ انہیں کوئی قدرتی منظر بالکل پسند نہ تھا۔ چاند کی صاف ٹھنڈی روشنی کو باغ کے پودوں اور درختوں وغیرہ میں اٹکھیلیاں کرتے دیکھ کر طبیعت اچاٹ ہو گئی۔ اور زور زور سے کھانسنے لگے۔ کہ

نظارے میں کچھ فرق نو پڑے +

یہ جگہ جہاں مسز ویلسکورٹ گھوم رہی تھیں۔ بہت پُرانا باغ تھا + مدت سے کسی نے دیکھ بھال نہ کی تھی۔ اس لئے پھولوں کے خوش نما پودے جو اکثر باغوں کی زیب و زینت ہوتے ہیں۔ یہاں بالکل نہ تھے۔ مگر خودرو گھاس اور بڑے بڑے سایہ دار درختوں کی کمی نہ تھی + یہاں ہی مسز ویلسکورٹ اپنا تمام وقت صرف کیا کرتی تھیں + شاید اس وقت بھی انہیں کے سایہ میں چھپی تھیں۔ کہ اپنے شوہر کو نظر نہ آئیں + تھوڑی دیر بعد اُن کی سُریلی آواز کوئی راگ گاتی ہوئی ان کے کان میں آئی + مسٹر ویلسکورٹ نے کچھ حقارت سے اس جانب دیکھا۔ اور دل میں کہا کیسی عورت ہے۔ اگر کسی قوال کی بیٹی ہوتی۔ تو مناسب تھا + اس کی عادات و اطوار بالکل ایسی ہی ہیں۔ تعجب ہے۔ ایسے بڑے گھرانے میں کس طرح پیدا ہوئی + انہوں نے کھڑکی زور سے بند کردی۔ اور ایک اخبار ہاتھ میں لے کر آرام کرسی پر بیٹھ گئے +

اُستاد سے رُخصت

دوسرے دن علے الصباح لائنل اپنے کمرے کی کھڑکی کے آگے بیٹھا ہوا شوق سے موٹر ورکی راہ دیکھ رہا تھا۔ صبح کی تازہ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا نے اس کا دل و دماغ تازہ کردیا تھا۔ اور اس کی طبیعت اس وقت کچھ بشاش تھی + وہ اس گاڑی کو دیکھنے کا جس پر موٹر ورجانے والے تھے۔ اور اس کے بِگل کو سننے کا بے تابی سے منتظر تھا۔ بچّوں کے ننھے دل خوش کرنے کو یہی معمولی باتیں جو ہمیں کچھ نہیں معلوم ہوتیں کافی ہیں + مگر لائنل کی خوشی کا سبب ایک اَور بھی تھا۔ جس کا ذکر اس نے ابھی تک کسی سے نہ کیا

تھا۔ یعنی آج اس نے قصد کیا تھا۔ کہ وہ تمام دن گھر نہیں لوٹے گا۔ اور اِدھر اُدھر گھومنے میں وقت صرف کر دے گا۔

اس نے یہ ارادہ پڑھائی سے بچنے کو نہیں کیا تھا۔ یہ تو اسے معلوم ہی تھا۔ کہ آج تمام دن چھٹی رہے گی۔ نئے پروفیسر صاحب رات کو پہنچنے والے تھے۔ اس لئے اس نے عزم کر لیا تھا۔ کہ آج تمام دن جی بھر کر کھیل لے گا۔ مگر باوجود اس کے بھی تھوڑی تھوڑی دیر بعد اسے اپنے اُستاد کی مفارقت کا خیال اُداس کر دیتا تھا۔ لائنل کے بے شمار اُستادوں میں یہی پہلے شخص تھے۔ جو ہمیشہ اسے مہربانی اور شفقت سے پیش آتے رہے۔ یہی خیال آ آ کر اس کو کبھی خوش اور کبھی ملول کر رہے تھے۔ کہ اتنے میں مسٹر مونٹروز کھڑکی کے پاس آئے۔ اور بہت دھیمی آواز میں کہا۔ "آہستہ سے نیچے آجاؤ۔ اس وقت تک کوئی اُٹھا نہیں ہے۔ ہم لوگ چپکے سے نکل چلیں گے۔ ابھی گاڑی جانے میں تو بہت دیر ہے۔ ہم پہلے مس ہین کے ہاں کھانا کھائیں گے۔

لائنل نہایت آہستہ سے نیچے اُترا۔ اور دبے پاؤں اُستاد کے ساتھ ہو لیا۔ یہ دونوں جلدی پھاٹک سے باہر ہو گئے۔ لائنل نے معذرت سے مونٹروز سے کہا۔ "لائیے میں آپ کی کتاب لے چلوں"۔ اور اس کے ہاتھ سے کتاب لے لی۔ اور پھر اس کی طرف مخاطب ہو کر بولا۔ "آپ اب کہاں جاتے ہیں۔ کیا اب پھر کسی میرے ایسے لڑکے کو پڑھائیں گے"؟

تمہارا سا شاگرد تو مجھے شاید ہی کوئی اَور ملے۔ تم بڑے تیز طبع ہو۔ میں جب تمہاری عمر کا تھا۔ تم سے آدھا علم بھی نہ تھا۔" لائنل تھوڑی دیر تامل کرکے بولا۔

میں بالکل اکیلا رہتا ہوں۔ شاید یہی سبب ہے۔ کہ میں اَور لڑکوں سے مختلف ہوں۔

اگر میرے اور بھائی ہوتے۔ تو شاید ابا جان میری تعلیم پر اتنا زور نہ دیتے"+

مونٹروز نے نصیحت آمیز اور بڑی ہمدردی کے لہجے میں جواب دیا" تم زیادہ محنت نہ کیا کرو۔ تم بڑے کمزور ہوگئے ہو+ جب کبھی تم کو تکان معلوم ہو۔ باہر چلے جایا کرو۔ اور میرا تو یہ خیال ہے۔ کہ تمہارے لئے کسی مدرسے میں داخل ہوجانا بہت بہتر ہوگا۔ اور اگر تم کو پھر اس دفعہ کی طرح دردسر کی یا سر گھومنے کی شکایت ہو۔ تو تم فوراً اس کا ذکر اپنی ماں سے کرنا"+

یہ دونوں اسی طرح باتیں کرتے ہوئے مس پین کے دروازے تک پہنچے+ اس نے ان کو سلام کیا۔ اور کمرے میں بٹھا دیا+ لائنل کو پیار کیا۔ اور بزرگانہ شفقت سے بولی۔ تم کو بہت رنج ہوگا۔ کہ تمہارا اُستاد آج جاتا ہے+

"جی ہاں بہت رنج ہے۔ مگر اس سے نتیجہ کیا؟ اگر میں برسوں تک رنجیدہ رہوں۔ یا رویا کروں۔ تو بھی کچھ حاصل نہ ہو"+

"یہ تو سچ ہے۔ مگر ہم لوگ سب ایسے سمجھدار نہیں ہوتے۔ جیسے تم ہو"+

تھوڑی دیر باتیں کرنے کے بعد مس پین کھانا لانے چلی گئی۔ اور لائنل ایک کھڑکی کے پاس جا بیٹھا+ اس پر پھولوں کی بیل چڑھی ہوئی تھی۔ اور نسیم صبح کے سہادنے جھونکے ان سے معطر ہو ہو کر اندر آرہے تھے+ مونٹروز بھی اس کے پاس ایک کرسی پر بیٹھ گئے۔ اور کھڑکی کے باہر سبزہ و گلزار کی طرف دیکھ کر کہنے لگے" یہ جگہ بہت پُر فضا ہے۔ مگر تاہم ایسی نہیں۔ جیسا سکاٹ لینڈ"+

لائنل۔ کیا آپ اب سکاٹ لینڈ جاتے ہیں؟

مونٹروز" ہاں ابھی تو وہیں جاؤں گا۔ اس کے بعد پھر معلوم نہیں کہاں جانا ہو۔ کاش

میں تم کو بھی اپنے ساتھ لے جا سکتا۔ میری ماں ضرور تم کو بہت پیار کریں گی" +

لائنل خاموش رہا۔ اس کو حیرت ہوئی + کہ کسی دوسرے کی ماں کس طرح اس سے مانوس ہو سکتی ہے۔ جب کہ اس کی اپنی ہی اسے پیار نہ کرتی تھی + اتنے میں مس پین نے نہایت لذیذ گرم گرم کھانا لاکر میز پر چن دیا + مونٹروز بڑے شوق سے کھانے میں مصروف ہو گئے۔ اور لائنل نے بھی اگرچہ اسے بھوک تو نہ تھی۔ مگر اپنے اُستاد کی خاطر جس سے وہ بہت جلد جدا ہونے والا تھا۔ اچھی طرح کھایا۔ اور پھر ہلکے سے اُٹھا۔ اور اپنا ننھا کانپتا ہوا ہاتھ مونٹروز کے بازو پر رکھ کر بولا" میں آپ کو کبھی بھولونگا نہیں۔ آپ میرے سب سے مہربان اور پیارے اُستاد ہیں۔ اور میں گو تمام سبق تو یاد نہیں رکھ سکتا۔ مگر آپ کی مہربانیاں ہمیشہ یاد رہیں گی" +

اس کی آنکھیں اس وقت فرط محبت سے بھر آئی تھیں۔ اور یہ فقرہ اس نے اس قدر محبت آمیز لہجے میں کہا۔ کہ مونٹروز کا بے اختیار جی چاہا۔ کہ اس کا ماتھا چومے۔ اور اس کو ننھے معصوم بچوں کی طرح گلے لگا کر پیار کرلے۔ مگر انہوں نے مصلحتًا ایسا نہیں کیا۔ اور صرف پیٹھ پر ہاتھ پھیر کر کہنے لگے +

" ہاں یہ تو ضرور ہے۔ مگر تم میری نصیحت بھی مت بھولنا۔ اگر تم کو تکان معلوم ہُوا کرے۔ تو تم ضرور پڑھائی چھوڑ کر کھیل کود میں لگ جانا + اگر اس پر کبھی ڈانٹ بھی پڑے تو خیال مت کرنا۔ اور یہ سمجھ لینا۔ کہ ڈانٹ کھانا بیمار ہو جانے سے بہتر ہے + صحت دنیا میں بڑی نعمت ہے۔ دولت بھی اس کے آگے کوئی وقعت نہیں رکھتی" +

اتنے میں گاڑی کے بگل کی آواز ان کے کان میں پڑی۔ مسٹر مونٹروز چونک کر اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اور کچھ نقدی جیب سے نکال کر مس پین کو دے دی۔ اور کہنے لگے۔

"بہت کم وقت ہے۔ اب چلنا چاہیئے" یہ کہکر یہ دونوں باہر نکل آئے۔ اور اس مقام کی طرف چلنے لگے۔ جہاں ان کے لئے گاڑی کھڑی تھی۔ راستے میں لائنل کہنے لگا۔
"آپ تو گھر جانے پر بہت ہی خوش ہوں گے"۔

مونٹروز "ایک پہلو سے تو خوش ہوں۔ مگر دوسرے سے نہیں۔ مجھے افسوس ہے۔ کہ تمہیں چھوڑ جاتا ہوں۔ میری خواہش تھی۔ کہ تھوڑے دن تمہارے پاس رہ کر تم کو خطرہ سے بچا لیتا"۔

لائنل حیرت سے بولا "خطرے سے آپ کا کیا مطلب ہے"؟

یہ اب اپنی منزل مقصود پر پہنچ گئے تھے۔ مونٹروز نے جلدی میں کچھ جواب نہ دیا۔ دونوں ہاتھ اس کے کندھے پر رکھ کر بولا۔ گھر جا کر تم اپنے والد سے کہ دینا۔ کہ میں تم کو یہاں لایا۔ اور اگر وہ مجھ سے اس کی نسبت گفتگو کیا چاہئے۔ تو میرا پتہ بتا دینا۔ یہ الزام سب میرے سر ہے۔ تم فکر مت کرنا۔ اور اچھا اب خدا حافظ ۔۔۔۔ خدا کی ۔۔۔۔ برکتیں تمہارے اوپر ہوں"۔

لائنل نے بھی نہایت دھیمی آواز میں خدا حافظ کہا۔ اور مسکرانے کی کوشش کی۔ مگر رائگاں۔ اس کی آنکھیں آنسوؤں سے بھری ہوئی تھیں۔ مونٹروز گاڑی پر چڑھ گئے اور اس کے تیز رو گھوڑوں نے جلدی ان کو لائنل سے بہت دور کر دیا۔ انہوں نے پھر پکار کر خدا حافظ کہا۔ لائنل کو ہمت نہ تھی۔ کہ وہ بھی اسی طرح جواب دیتا۔ اس نے اپنی ٹوپی اُٹھا کر سلام کیا۔ اور جب تک ممکن ہو سکا محبت بھری آنکھوں سے ان کو دیکھتا رہا۔ مگر اس نے آج پورا قصد کر لیا تھا۔ کہ دن بھر گھر نہیں جائے گا۔ اس نے یہاں کے گرجا کی نسبت بہت کچھ سُنا تھا۔ اور چونکہ اس کے والد کی سخت ممانعت تھی۔ کہ یہ وہاں

قدم نہ رکھے - اس کی طبیعت فطرتاً وہیں جانے کی طرف راغب ہوئی - اور اب آنسوؤں کے موٹے موٹے قطرے جن کو وہ بہت دیر سے روک رہا تھا - ایک ایک کر کے اس کے رخساروں پر بہنے لگے + وہ حسرت سے سوچ رہا تھا - کہ اب نہ کبھی کشتی پر جانا ملیگا نہ کہیں باہر جا سکوں گا - نہ کھیل ہوگا - نہ تماشا - ہر وقت بوڑھے پروفیسر کیڈ منگور کا پہلو ہوگا اور میں +

پروفیسر کیڈ منگور اپنے علم اور تحقیقات کے لئے شہرۂ آفاق تھے - ان کی لیاقت کے آگے بڑے بڑے فیلسوف اور نکتہ دان ہیچ تھے + انہیں خیالوں میں غرقاب تھا - کہ لائنل اس گرجا اور قبرستان کے دروازے تک پہنچا - اور ہلکے سے چٹخنی اٹھا کر اندر داخل ہوا - کہ ان پرانی قبروں کو جن کے بسانے والے مدت ہوئی دنیا سے اٹھ چکے تھے - دیکھے اور غور کرے +

قبرستان میں

اس قبرستان میں ایک نہایت پرانی شکستہ قبر پر ایک بلبل بیٹھی ہوئی تھی - جو تھوڑی تھوڑی دیر بعد کچھ پکار کر کہتی تھی - شاید وہ بھی لائنل کی طرح کسی عزیز کی مفارقت سے بے قرار تھی - اور اسے یاد کر رہی تھی + لائنل نے رفتار اور بھی دھیمی کر دی - اور پاس جا کر کتبہ پڑھنے لگا + اس کے مٹے ہوئے حروف اس سے پڑھے نہیں گئے - بمشکل ایک ایک لفظ بغور دیکھ دیکھ کر اس نے وہ چار پانچ سطریں کئی منٹ میں پڑھیں - اور دور ہٹ کر کچھ سوچنے لگا - کہ یکایک اس کی نگاہ ایک شخص پر پڑی - جو اس سے تھوڑے ہی فاصلے پر ہاتھ میں پھاوڑا لئے گڑھا کھود رہا تھا + لائنل کو

اس کے وہاں ہونے کی خبر نہ تھی۔ چنانچہ ذرا چونک کر پیچھے ہٹ گیا۔ اس شخص نے نہایت مہربانی اور محبت کے لہجے میں کہا "ڈرو نہیں بیٹا میں صرف اپنی ہمسائی کے لئے یہ کھود رہا ہوں"۔

ان شفقت آمیز الفاظ کو سن کر لائنل کی کچھ ہمت بندھی۔ وہ دوڑ کر اس کے پاس جا کھڑا ہوا۔ اور باتیں کرنے لگا۔

"میں ڈرا نہیں۔ صرف چونک پڑا تھا۔ کیونکہ مجھے نہ معلوم تھا آپ بھی یہاں ہیں۔ آپ یہ کیا کر رہے ہیں۔ کتنا بڑا گڑھا کھود ڈالا ہے"۔

"میری وہ ہمسائی ہمیشہ بڑی جگہ میں رہنا چاہتی تھی۔ وہ بڑی اچھی اور نیک عورت تھی۔ اور اب وہ چلی گئی ہے۔ مگر ہم سب کو بہت یاد آتی ہے"۔

"تو وہ مر گئی ہیں"؟

"ہاں جہاں تک اس فانی دنیا کا تعلق ہے وہ ضرور مر گئی ہیں۔ مگر یہ دنیا چیز ہی کیا ہے؟ ہم سب کو دوسری دنیا میں جانا ہے۔ اور اسی کا خیال ہم کو رکھنا چاہئے"۔

اتنا کہہ کر وہ پھر مصروف ہو گیا۔ اور پھاوڑے سے اچھی طرح قبر کی دیواروں کو درست کرنے لگا۔ لائنل بھی ایک گھاس کے ڈھیر پر جو پاس ہی تھا جا بیٹھا۔ اور بولا "آپ ان سب واہیات باتوں کا کس طرح یقین کرتے ہیں۔ آپ تو اتنے بزرگ آدمی ہیں"۔

یہ بوڑھا بیچارہ حیرت سے سکتے میں رہ گیا۔ پھر تھوڑی دیر میں بولا "تمہارے ایسے معصوم بچے کو یہ الفاظ منہ سے نہیں نکالنے چاہئیں۔ خدا کی شان میں کہنا تمہارے سے چھوٹے لڑکوں کو واجب نہیں۔ تمہاری تربیت کون کرتا ہے"؟

لائنل بیچارہ کو جو محبت کا بھوکا ۔ ۔ ۔ ۔ نہیں ۔ ۔ ۔ کنگلا تھا۔ اور کسی ذرا سی الفت

کی بات کو غنیمت جانتا تھا۔ خوف ہوا۔ کہ شاید اس نے اپنے اس مہربان کو ناراض کر دیا ہے۔ اس نے بڑے ادب سے جواب دیا "میرا نام لائنل ویلسکورٹ ہے۔ (ہاتھ سے اشارہ کر کے) میں اس مکان میں رہتا ہوں۔ دیکھئے وہ اس کی چمنی درختوں کے پیچھے سے دکھائی دے رہی ہے۔ میرے ابا جان میری تعلیم پر بہت غور کرتے ہیں۔ اور چھ برس کی عمر سے مجھے بڑے بڑے عالم پڑھاتے رہے ہیں۔ میرے ابا جان نے اور کل اُستادوں نے مجھے بتایا ہے۔ کہ دوسری دنیا کوئی چیز نہیں ہے۔ میرے ابا جان کہتے ہیں۔ کہ اب سوائے نیم وحشیوں کے کوئی اس کا یقین نہیں کرتا۔ تعلیم یافتہ آدمی اس کو صرف ایک فسانہ سمجھتے ہیں۔ اور واقعی یہ ممکن بھی کس طرح ہے۔ کہ جب جسم کو کیڑے کھا چکیں۔ اور وہ نمناک ہو چکے۔ تو ہم پھر جی سکیں۔ اسی خیال سے میں نے آپ سے کہا تھا۔ کہ آپ ایسی واہیات باتوں کا کس طرح یقین کرتے ہیں۔ آپ معاف کریں۔ میرا مطلب ہرگز آپ کو ناراض کرنا نہ تھا"۔

یہ شخص غور سے لائنل کا منہ دیکھتا رہا۔ اس کو اس بچے سے یہ الفاظ سن کر حیرت ہوئی۔ مگر اس نے پیار سے کہا "نہیں بیٹا۔ تم مجھے ناراض کیسے کر سکتے ہو؟ تم ابھی اتنے چھوٹے ہو۔ کہ میں تم سے خفا ہو نہیں سکتا۔ اچھا تو تم مسٹر ویلسکورٹ کے لڑکے ہو۔ میرا نام ریوبن ڈیل ہے۔ اور میں اس گرجا کا چوکیدار ہوں۔ اَور بھی بہت کام کرتا ہوں۔ سڑکوں کی مرمت کرنا۔ قبر کھودنا۔ وغیرہ جو کچھ کر سکتا ہوں۔ میرے یہ مضبوط بازو مجھے بہت مدد دیتے ہیں۔ اور خدا نے چاہا۔ تو شاید ابھی بہت دن ان کی بدولت روزی کما سکوں گا۔ مگر وقت آئے گا۔ کہ یہ بھی ایک ایسی ہی قبر میں بے حس و حرکت پڑے ہونگے۔ مگر مجھے اس وقت ان کی ضرورت نہ ہوگی۔ میری روح کسی اَور دنیا میں ہوگی"۔

الُنل نے جلدی سے پوچھا "آپ کی روح سے کیا مراد ہے"؟

"میری مراد جسم کے اس حصے سے ہے۔ جو فانی نہیں"۔

"کیا روح ہم سب کو ملی ہے؟ یہ شاید ممکن نہیں۔ دیکھئے نیلی آنکھیں سب کی تو نہیں ہوتیں۔ اگر آپ ابّا جان کو کہیں۔ کہ ان کے روح ہے۔ تو وہ بہت ناراض ہوں۔ اور اگر میں کسی طرح اپنے میں روح پیدا کر سکوں۔ تو وہ ضرور مجھ سے بھی خفا ہو جاوے"۔

ریوبن ڈیل بیچارہ ان حیرت انگیز باتوں کو سُن کر ہکا بکا رہ گیا۔ اس نے کبھی اپنے اس چھوٹے گاؤں کے باہر قدم نہ رکھا تھا۔ اس کو نہیں معلوم تھا۔ کہ انگلستان کا سائنس آج کل کتنی ترقی کر گیا ہے۔ وہ نہیں جانتا تھا۔ کہ اس کے ملک کے بڑے بڑے علما اب خدا کی ہستی سے منکر ہو گئے ہیں۔ اس نے یہ باتیں آج پہلی ہی دفعہ سُنی تھیں۔ وہ اس معصوم کے زرد اور پژمردہ چہرے کو حیرت سے دیکھ رہا تھا۔ اور سوچ میں تھا۔ کہ کیا جواب دے۔ کیونکہ یقیناً اس کو یہ تو معلوم نہ تھا۔ کہ روح کس طرح پیدا کر لی جاتی ہے۔

اسی وقت ایک کم سن بچی جلدی جلدی قدم اٹھاتی ہوئی بے تابی سے ان کی طرف بڑھی۔ اس کے سنہری بال اس کے غیر معمولی حسین چہرے پر ادھر اُدھر بکھرے ہوئے نہایت خوب صورت لگ رہے تھے۔ الُنل شوق سے اس کو دیکھنے لگا۔ ریوبن نے بھی محبت بھری آنکھوں سے اپنی ننّی بیٹی کی طرف نگاہ کی۔ اور کہنے لگا "اپنے بوڑھے ابّا کے لئے ناشتہ لا رہی ہو"۔ اسے گود میں اُٹھا کر پیار کیا۔ اور زمین پر کھڑا کر دیا۔ اس بچی نے ایک ٹوکری میں سے کچھ گرم گرم چیزیں نکال کر زمین پر چُن دیں۔ اور باپ کا مُنہ تکنے لگی۔

ریوبن نے کہا "دیکھو جیبسن تمہارے پاس ایک ننھا دوست آیا ہے۔ جاؤ اس

کی خیریت پوچھو" والد کے اشارہ پر یہ ننھی بچی دوڑی گئی۔ اور لائنل سے مصافحہ کیا۔ اس کی خیر و عافیت پوچھتی ہی ہنستی ہوئی بھاگ گئی + لائنل بھی کھڑا ہو گیا + ریوبن ڈیل ہنسنے لگا۔ اور بولا "جاؤ تم دوڑ کر اسے پکڑ لو" لائنل کبھی دوڑتا نہیں تھا۔ اور بڑے اشتیاق سے اس معصومہ حسینہ کا تعاقب کیا + اس کو اس کی ٹوپی جھاڑیوں کے پیچھے دکھائی دی۔ یہ اس طرف ہو لیا۔ تھوڑی دیر اِدھر اُدھر بھاگنے کے بعد بچی بالکل بے دم ہو گئی۔ اور لائنل نے اسے پکڑ لیا + وہ اس کی طرف شرمائی ہوئی آنکھوں سے دیکھنے لگی "تم کون لڑکے ہو۔ تمہارا چہرہ مجھے بڑا اچھا لگتا ہے۔ اور لڑکے تو یہاں بہت بری صورت کے ہیں" + لائنل نے جواب نہ دیا۔ صرف پیار سے دیکھتا رہا + لڑکی نے اپنی جیب سے ایک سیب نکالا۔ اور بڑی فیاضی سے کہنے لگی "تم نہ کھاؤ گے؟ میں تمہیں کھلا دوں گی۔ اگر اس کا نرم حصہ تم مجھے دو" جیسمن یہ لال لال سیب ہاتھ میں لئے ہوئے مسکرا کر لائنل کی طرف دیکھتی ہوئی بڑی پیاری لگ رہی تھی + وہ اس سے باتیں کرنے میں بالکل محو ہو گیا + اس کو اس وقت وہ تمام فلسفہ جن کا وہ ہر وقت خیال کیا کرتا تھا بھولا ہوا تھا۔ صرف اتنا یاد تھا۔ کہ وہ ایک کم عمر لڑکا ہے۔ اور یہ ننھی بچی اس سے بھی چھوٹی۔ یہ خوب زور سے ہنسا۔ اور سیب اس کے ہاتھ سے لے کر اس کے ہونٹوں سے لگا دیا + جیسمن نے بڑی احتیاط سے کھایا۔ کہ صرف اس کا نرم حصہ تو وہ کھا لے۔ اور باقی لائنل کے واسطے رہے "اب باقی میں لے لوں" لائنل نے کہا۔ اور اس کی بانہہ پکڑ کر اس کو ایک پرانی قبر پر چڑھا دیا۔ اس کے کتبے سے معلوم ہوتا تھا۔ کہ اس کی مکین مدت سے وہاں تھی۔ شاید اس کی ہڈیاں بھی اب باقی نہ رہی ہوں گی۔ لیکن اگر کوئی ایک حصہ بھی اس کے جسم کا باقی رہ گیا ہو گا۔

تو اس کو ہرگز ان معصوم بچوں کے ننھے قدموں سے جن کی پاکیزگی ہرگز فرشتوں کے قدموں سے کم نہ تھی۔ روندا جانا بالکل ناگوار نہ ہوا ہوگا" ہاں باقی سب تم کھا لو"+

لائنل کو بھوک نہ تھی۔ مگر صرف مذاقاً اور کھیل کے لیئے اس نے بڑی خوشی سے کھایا" "آؤ گرجا کے اندر چلیں۔ اماّ دروازہ کھُلا ہی چھوڑ گئے ہیں +

گرجا کی سیر

لائنل کو بتایا گیا تھا۔ کہ دنیا کا پیدا کرنے والا صرف ایک ذرّہ ہے۔ جس کی حرکت اور حرارت سے اَور ذرّے پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ اور کچھ مادے ایسے بن جاتے ہیں۔ جن سے دُنیا کی یہ کل عجیب و غریب چیزیں ظہور میں آتی ہیں+ اس کا تمام مفصل حال بڑی بڑی دلیلوں سے اس کے اتالیقوں نے اس کے ذہن نشین کر دیا تھا۔ اس کو معلوم تھا۔ کہ آج کل دُنیا کا کوئی مہذب آدمی خدا کی ہستی کا معتقد نہیں۔ صرف جاہل بلکہ نیم وحشی لوگ عبادت الٰہی میں سرخم کیا کرتے ہیں+ مذہب کا نام و نشان تک اس کی نصاب تعلیم سے مٹا دیا گیا تھا+ لائنل دل میں سوچ رہا تھا۔ کہ یہ بچی انہیں نیم وحشی لوگوں میں سے ایک ہے۔ جو خدا میں یقین رکھتے ہیں۔ مگر اس کو اسے اتنا خوش دیکھ کر بڑا رشک آ رہا تھا+ جیسمن نے پھر کہا۔ چلو+ لائنل اس کے پیچھے پیچھے ہولیا+ تھوڑی دیر میں وہ ایک انجیل اُٹھا لائی۔ اور اس کا ایک صفحہ کھول کر حضرت مسیح کی تصویر دکھائی۔ اور کہنے لگی" دیکھو یہ بچہ کیسا اچھا" ہے۔ ان دونوں نے اس تصویر کو غور سے دیکھنے کے بعد بند کر دیا۔ اور جیسمن بڑی تعظیم سے اٹھا کر اسے پھر وہیں رکھ آئی۔ اور بڑی شفقت سے اپنے چھوٹے دوست کے پہلو میں بیٹھ گئی۔ اور بولی

تمہارا نام کیا ہے ؟

"میرا نام لائنل ہے۔میری اماں مجھے کبھی کبھی لائلی بھی کہتی ہیں" +

"لائلی اچھا نام ہے۔میں بھی تم کو لائلی کہوں گی" +

یہ دونوں بچے دیر تک باتیں کرتے رہے + جیسمن کو نیند آنے لگی۔اور رفتہ رفتہ لائنل کی گود میں سر رکھ کر وہ بے خبر سو گئی + لائنل اس سے صرف ۴ ہی سال بڑا تھا۔مگر ایک تو فطرۃً نہایت سنجیدہ۔متین اور سمجھ دار لڑکا تھا۔اس پر اس کی تعلیم نہایت کوشش سے ہو رہی تھی + اس چھوٹی عمر میں ہی اس کو بہت سی تواریخ اور فلسفے کی کتابیں پڑھا دی گئی تھیں۔وہ جیسمن کو بڑی بزرگانہ محبت سے اپنی گود میں لئے ہوئے دیر تک بیٹھا رہا۔اور اس عبادت گاہ کی ایک ایک چیز کو بغور دیکھنے لگا + بہت سے ایسے خیالات جو اس عمر میں بچوں کے پاس نہیں پھٹکتے۔اس کے دل میں تھے + وہ اپنے خاص یعنی مسیحی مذہب کی نسبت بہت کچھ سوچ رہا تھا + وہ کیسی غیر معمولی قابلیت کا شخص ہوگا۔جس نے ۱۸۰۰ برس تک ہزارہا دلوں میں اپنا سکہ جما رکھا۔اس میں کیا بات تھی۔کہ لوگ اسے اوتار ماننے لگے۔ایسے ایسے بہتیرے خیالات اس کے دل میں تھے۔ننھی جیسمن تو اب بالکل غافل سو رہی تھی۔اور لائنل بھی سوچتے سوچتے اونگ گیا تھا۔کہ اس وقت دروازہ کھلا۔اور ریوبن ڈنیل ایک اور شخص کو ساتھ لئے ہوئے آیا + وہ شخص باجا بجانے لگا جس کی آواز سے جیسمن چونک پڑی۔اور آنکھیں ملتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی۔اور باپ سے لپٹ گئی +

"چلو بیٹی اب گھر چلیں۔تمہارا چھوٹا دوست بھی جانا چاہتا ہوگا۔اس کی اماں اس کا انتظار کر رہی ہوں گی" +

لڑکی جانے کو تیار ہو گئی۔ مگر لائنل کو اس سے جدا ہونا اس قدر ناگوار ہوا۔ کہ اس کی آنکھیں بھر آئیں۔ اتنی بڑی دُنیا میں غریب لائنل کو چاہنے والا کوئی بھی نہ تھا۔ اس کے ماں باپ دونوں موجود تھے ..... مگر اس کو کیا .... ان کا ہونا نہ ہونے کے برابر تھا۔

جیسمن فوراً دوڑی ہوئی گئی۔ اور اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ "روؤمت لائنل۔ میں تم کو اپنے گھر لے جاؤں گی۔ اور ہم دونوں خوب کھیلیں گے۔ ابّا جان لائنل کو بھی لے چلو"۔

ریوبن ڈیل اس وقت اس بچے کو غور سے دیکھ رہا تھا۔ وہ حیران تھا۔ کہ اس کا جی کیوں بھر آیا۔

"تم ہمارے ساتھ چلو گے بیٹا؟ ہمارا مکان تو ایک چھوٹی سی جھونپڑی ہے۔ تمہارے قابل نہیں۔ مگر تمہارا آنے کو جی چاہے۔ تو میرے سر آنکھوں پر"۔

"مجھے تو آپ کے گھر جانا بہت ہی اچھا لگے گا۔ میرا اُستاد تو آج صبح چلا گیا۔ اور دوسرا رات کو آنے والا ہے۔ آج دن بھر کچھ کرنے کو نہیں ہے۔ میں پڑھتے پڑھتے تھک گیا ہوں۔ اور آج چھٹی منانے کا ارادہ کیا ہے۔ مگر مجھے یہ بھی بتا دینا چاہیے۔ کہ میں ابّا جان کی اجازت بغیر یہاں آیا ہوں۔ یہ سن کر شاید آپ مجھے اپنے ساتھ لے جانا نہ چاہتے ہوں۔ اگر ایسا ہے۔ تو آپ مہربانی کر کے مجھے بتا دیں۔ میں شام تک یہاں اکیلا بیٹھا رہوں گا۔ یا جنگل کی طرف نکل جاؤں گا"۔

"پڑھتے پڑھتے تھک گئے ہو۔ تم ابھی بالکل بچے ہو۔ اور کتابیں ابھی تمہارا انتظار بہت دن کر سکتی ہیں۔ نہیں تم اکیلے مت پھرو۔ ہمارے ساتھ چلو۔ مگر آؤ جانے کے پہلے یہ گرجا تو دیکھ لو"۔

ریوبن ڈیل آگے آگے چلا۔ اور یہ دونوں بچے پیچھے ہو لئے + ریوبن نے تمام چیزیں اس کی دکھائیں۔ اور بعض کی نسبت کچھ پرانی روایتیں سنائیں + بعض واقعات ایسے بیان کئے۔ جو نوار یخ سے تعلق رکھتے تھے + اُن کو سُن کر لائنل کو خیال آیا۔ کہ یہ شخص جس کو وہ نیم وحشی سمجھا تھا۔ دراصل ایسا نہیں۔ بلکہ اس کی معلومات خاصی وسیع ہیں + دو چار گھڑی دن رہے یہ لوگ گھر پہنچے + جیسمن کی پھوپھی نے آکر نہایت لذیذ کھانا دسترخوان پر چُن دیا۔ اور اس وقت شاید پہلی دفعہ لائنل نے بھوک سے کھایا + پھر یہ دونوں کھیل میں مصروف ہو گئے۔ اور بہت دیر تک کھیلتے رہے + جب دونوں بالکل تھک گئے۔ تو ایک درخت کے نیچے جا بیٹھے + بھولی بھالی بچی نے اپنا ننھا ہاتھ اپنے ننھے دوست کے گلے میں ڈال دیا۔ "کیا مجھے چھوڑنا تمہیں بُرا لگے گا لائنل"؟

"ہاں نہایت۔ بہت ہی سخت"۔

"مجھے بھی بہت بُرا لگے گا۔ جب تم چلے جاؤ گے۔ تو شاید میں رونے لگوں۔ کیا تم بھی روؤ گے"؟

نہیں .... پیاری .... جیسمن میں بڑا ہو گیا ہوں۔ اب کہاں روؤں گا؟

"تم بڑے .... مجھ سے تھوڑے ہی بڑے ہو۔ اور میں تو بالکل ہی چھوٹی ہوں"۔

مگر میں لڑکا ہوں ناں۔ تم لڑکی ہو +

آج میں نے تمہیں روتے تو دیکھا تھا۔ تمہیں کیوں رونا آیا؟

"معلوم نہیں کیوں آیا۔ شاید میں اکیلا رہتا ہوں۔ اس سے آیا ہو" +

جیسمن بڑے پیار سے اسے دیکھنے لگی + پھر بولی "مجھے تمہارے مکان کا رستہ معلوم ہے۔ کسی دن تمہارے پاس آؤں گی" +

لائنل یہ ارادہ سن کر چوکنا ہوگیا۔ کہ اگر اس کے والدین یہ بھنک بھی سُن لیں۔ کہ یہ ایک غریب دہقان کی لڑکی کے ساتھ کھیلا تھا۔ تو آفت بپا ہوجاوے +

"نہیں . . . پیاری جیسمن تم وہاں مت آنا۔ میرے ابا جان تم پر خفا ہوں گے"+

جیسمن نے نہایت سادگی اور بھولے پن سے کہا " تو تمہارے ابا بڑے خراب ہیں۔ میں کبھی شرارت نہیں کرتی۔ پھر وہ کیوں خفا ہوں گے"؟

"میں جب پڑھنے سے چھٹی پاؤں گا۔ تم سے کھیلنے آیا کروں گا"+

لائنل جانتا تھا۔ کہ اس کے پاس پھر آنے کی جرأت کرنا نہایت دشوار کام ہوگا۔ مگر اس کے بزرگ اس سے پہلے اپنے اعلےٰ مقاصد حاصل کرنے کے لئے پہاڑ چیر چکے ہیں +

نیا اُستاد آپہنچا

کوئی ایک آدھ گھڑی دن رہا ہوگا۔ کہ لائنل گھر پہنچا+ اس کی والدہ دروازے پر کھڑی اس کی راہ دیکھ رہی تھیں۔ لائنل پاس آیا۔ تو انہوں نے اپنا نازک گورا ہاتھ جس پر بہت سی بیش قیمت ہیرے کی انگوٹھیاں چمکتی ہوئی نہایت بھلی لگ رہی تھیں۔ اس کی طرف بڑھایا۔ اور پیار سے کہنے لگیں +

"کیوں لائلی تم آج تمام دن کہاں رہے؟ تمہارے ابا سخت ناراض ہیں۔ وہ تمام دن تم کو ڈھونڈتے رہے۔ بلکہ کئی آدمی تمہاری تلاش میں ادھر اُدھر بھیج چکے ہیں+ کسی نے ان سے کہا تھا۔ کہ تم مونٹروز کو پہنچانے سرائے کی طرف گئے تھے۔ اور اس کے بعد تم گنواروں کے بچّوں سے آنکھ مچولی کھیلنے میں لگ گئے۔ کیا یہ سچ

ہے"؟

"نہیں اماں - بالکل سچ تو نہیں ہے - میں مونٹروز کو پہنچانے تو ضرور گیا تھا۔ مگر آنکھ مچولی میں نے کسی سے نہیں کھیلی - میں اِدھر اُدھر ٹہلنے کو نکل گیا تھا - اور پھرتا پھراتا یہاں تک کے قبرستان کی طرف بھی چلا گیا - وہاں مجھے ایک آدمی ملا - وہ کسی کی قبر کھود رہا تھا - اس کا نام مسٹر ڈینیل ہے - میں اس سے باتیں کرتا رہا - پھر اس کی لڑکی اس کے لئے کھانا لے کر آئی - تو میں اس سے کھیلنے لگا - شام کے وقت اس نے مجھے اپنے ساتھ کھانے کو کہا - تو میں اس کے گھر چلا گیا - اور اس وقت میں وہاں سے ہی آرہا ہوں"۔

مسز ویلسکورٹ نے بڑی محبت سے اس کی طرف دیکھا - اور تھوڑا سا مسکرا کر کہنے لگیں "میرے لعل تو واقعی تھک گیا ہو گا - تو نے آج چھٹی منائی - اس میں کچھ ہرج نہیں ہے - اگر میں تیری جگہ ہوتی - تو شاید ایسا ہی کرتی - مگر تیرے ابا بڑے غصے میں ہیں - وہ چاہتے تھے - کہ پروفیسر کے آتے ہی تو اُس سے ملتا"۔

"مگر..... اماں پروفیسر آج رات کے دس بجے آنے والے ہیں"۔

ہاں ہمارا خیال تھا - کہ وہ رات کو آئے گا - مگر وہ آج کل کچھ بیمار ہے - اس لئے اُس نے چلتے چلتے یہ فیصلہ کیا - کہ دن سے ہی پہنچنا ٹھیک ہے - کہ رات کی سردی نقصان کر جائے گی - وہ یہاں پہنچ گیا ہے - اور قریب دو گھنٹے سے تمہارے ابا کے پاس دفتر میں بیٹھا ہے - شاید تمہاری پڑھائی کی نسبت گفتگو ہو رہی ہے"۔

تھوڑی دیر لائنل خاموش رہا - پھر بولا "تم نے اسے دیکھا تھا - اس کی صورت کیسی ہے"؟

"ہاں وہ مجھ سے آتے ہی ملا تھا۔ کیا بتاؤں۔ اس کی صورت کس کی ایسی ہے۔ شکل تو کچھ بن مانس سے ملتی ہے۔ اور جسم اونٹ سے"..... وہ حقارت سے ہنسی۔ مگر لائنل کچھ مشوش سا ہو گیا۔ مسز ویلسکورٹ نے بڑی شفقت سے اپنی باہنہ اس کے گلے میں ڈال دی۔ اور اسے اپنے گلے سے لگا لیا۔ لائنل بیچارے کو اس قسم کے اظہار محبت کی بالکل عادت نہ تھی۔ جب کبھی برسوں میں ایک آدھ دفعہ اس کی ماں اسے پیار کرتی۔ یا محبت سے بولتی۔ تو اسے سخت تعجب آتا تھا۔ چنانچہ اس وقت بھی وہ اتنی حیرت میں تھا۔ کہ اس سے بات نہ ہو سکی۔

"میرے بچے میرا اس سے یہ مطلب ہے۔ کہ وہ بالکل ایسا ہی ہے۔ جیسے دنیا کے سب عالم فاضل ہوا کرتے ہیں۔ غیر معمولی دانا آدمی کبھی خوش شکل نہیں ہوتے۔ مگر یہ شخص بڑا ہی سمجھ دار ہے۔ تمہارے ابا اس کی بڑی تعظیم کرتے ہیں۔ اور انگلستان کے سب تعلیم یافتہ آدمی اس کی لیاقت کو مانتے ہیں۔ اور جتنے دن وہ یہاں رہے۔ تم خوب محنت سے دل لگا کر پڑھنا"۔

"ہاں..... اماں" غریب لائنل نے نہایت دھیمی اور افسردہ آواز میں کہا۔ پھر ایک آدھ لمحہ ٹھیر کر اس نے اپنی پیاری ماں کا نازک ہاتھ آہستہ سے اپنے گلے سے نکال کر بڑی محبت سے اسے چوما۔ اور ہلکے سے چھوڑ دیا۔

"اب میں ابا جان کے پاس چلا جاؤں۔ ان سے سب صاف کہ دوں گا۔ وہ خفا تو بہت ہوں گے۔ مگر کیا مجھے مار تھوڑا ہی ڈالیں گے۔ اور اگر مار بھی دیں۔ تو میرا کیا ہرج ہے"؟

اتنا کہ کر لائنل جلدی جلدی اپنے والد کے دفتر کی طرف قدم بڑھانے لگا۔

مسز ویلسکورٹ کھڑی ہو گئیں۔ اور شاید کہ خیال کو ٹالنے کے لئے گلاب کا ایک پھول توڑ کر اس کی پتیاں الگ کرنے لگیں۔ مگر ان کی آنکھیں بڑی محبت سے اس وقت تک اپنے نور دیدہ معصوم بچے کے دُبلے پتلے جسم پر جمی رہیں۔ جب تک کہ وہ ان کی نظر سے بالکل چھپ نہ گیا۔ پھر کسی طرف کو مڑ گئیں۔ مگر ان کو نہیں معلوم تھا۔ کہ میں کہاں جا رہی ہوں۔ کیونکہ ان کی آنکھیں محبت کے پاکیزہ آنسوؤں سے بالکل بھر گئی تھیں۔ اور راستہ دکھائی نہ دیتا تھا۔

اتنے میں لائنل اپنے والد کے دفتر تک پہنچ گیا۔ اور دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔ مسٹر ویلسکورٹ نے بڑی کرخت آواز سے کہا۔ آخر آپ تشریف لے ہی آئے۔ آج دن بھر تم کہاں رہے۔ اور مجھ سے بغیر پوچھے تم کیوں گھر سے باہر گئے"؟

"میں تھک گیا تھا۔ اور آرام لینا چاہتا تھا"۔

"اے.... تھک گئے تھے۔ تم ایسی کیا محنت کرتے ہو۔ کہ تکان ہو گئی۔ مسٹر مونٹروز کے ساتھ ہر وقت آرام ہی تو کرتے تھے۔ میں تمہاری تعلیم پر اس قدر روپیہ خرچ کر رہا ہوں۔ تمہارے لئے انگلستان بھر کا سب سے لائق آدمی میں نے پڑھانے کو بلایا ہے۔ اور تم مجھے اس کا یہی عوض دیتے ہو"؟

لائنل نے اس دوسرے شخص کی طرف جو اس کمرے میں بیٹھا تھا دیکھا۔ اور جو نقشے اس کی ماں نے اُسے بتائے تھے۔ انہیں یاد کر کے فوراً پہچان گیا۔ کہ یہی پروفیسر کیڈ منگور ہوں گے۔ لائنل نے ان کی طرف اشارہ کر کے اپنے باپ سے پوچھا۔ کیا آپ انگلستان کے سب سے لائق آدمی ہیں؟

"تم بڑے شوخ ہوتے جاتے ہو۔ ایسی گستاخی کی تمہیں ہمت پڑ گئی"۔

"میں نے صرف پوچھا۔ یہ تو نہیں کہا۔ کہ وہ عالم نہیں ہیں"۔

"مگر شاید مجھے پڑھانے میں انہیں بڑی تکلیف ہوگی"۔

مسٹر ویلیسکورٹ پروفیسر کی طرف مڑے اور کہنے لگے۔ "مجھے نہایت افسوس ہے۔ کہ آج پہلے ہی دن آپ کے شاگرد نے ایسی بُری حرکت کی۔ میرا لڑکا مونٹروز کی صحبت میں بہت بگڑ گیا ہے۔ مگر مجھے امید ہے۔ کہ وہ ابھی ایسا نہیں بگڑا۔ کہ آپ کے اختیار سے باہر ہوگیا ہو"۔

پروفیسر لائنل کی طرف دیکھ کر بولے "نہیں .... نہیں .... مجھے امید نہیں کہ یہ ایسا ہو۔ مگر میں اپنا خیال تم سے چھپانا نہیں چاہتا۔ یہ حرکت تمہاری بہت بُری تھی"۔

مسٹر ویلیسکورٹ نے پروفیسر کی طرف مخاطب ہو کر کہا "میں بچوں کو کبھی مارتا نہیں ہوں۔ بھوکا رکھنا یا بند کر دینا میری دانست میں بچوں کے لئے بہترین سزا ہے۔ آج رات کو کھانا نہیں ملے گا۔ تو صبح تک آپ ہی ہوش آجاوے گا۔ اور یہ اپنے سبق پھر اچھی طرح شروع کر سکے گا"۔ پھر لائنل کی طرف دیکھ کر بولے۔ "اچھا اب تم میرے ساتھ چلو"۔

یہ اپنے والد کے ساتھ ہولیا۔ وہ اسے اس کے سونے کے کمرے میں لے گئے۔ اس کی تمام کھڑکیاں بند کردیں۔ اور کہنے لگے "اب صبح تک تم یہاں قید رہو۔ اپنے کئے پر ذرا شرمانا۔ اور سوچنا۔ کہ تم نے آج کتنی بُری حرکت کی۔ تمہارا اُستاد دل میں کیا کہتا ہوگا"۔

یہ کہ کر وہ چلے گئے۔ اور باہر سے دروازہ میں قفل لگا دیا۔

لائنل کے فکر

لائنل کھڑکی کے پاس جا بیٹھا۔ اور اپنی دن بھر کی سرگزشت پر سوچنے لگا۔ وہ افسردہ نہیں تھا۔ بلکہ برخلاف اس کے بہت خوش تھا۔ کہ زندگی بھر میں ایک دفعہ تو ایسا دن نصیب ہوا۔ اور اس وقت بھی اس کو اس تاریک کمرے میں تنہا بیٹھنا اپنے نئے اور بھیانک اتالیق کے پاس ہونے سے بہتر تھا+ اس کو اپنے استاد کا ایک ایک نقشہ باری باری یاد آرہا تھا۔ اور وہ سوچتا تھا۔ کہ شاید دانائی نے اس کے چہرے کو ایسا بدنما بنالیا ہے۔ پھر اس کو ریوبن ڈیل کی شکل وشباہت کا خیال آیا۔ اور اپنی چھوٹی سہیلی جیسمن یاد آنے لگی+ مگر کبھی کبھی پھر انہیں دقیق مسئلوں میں پڑ جاتا تھا۔ اور چاہتا تھا۔ کہ کچھ حل کرسکے۔ یعنی وہ سوچ رہا تھا۔ کہ کیوں بعض لوگ خدا کی ہستی کا یقین کرتے ہیں۔ اور بعض نہیں کرتے۔ کیا واقعی دنیا کا پیدا کرنے والا کوئی سمجھ دار؛ ورنیک دل خدا ہے۔ یا ذرات نے اس کو پیدا کیا؟ ہماری اور ان تمام بے شمار جانوں کی ہستی سے کیا مطلب ہے؟

اس نے بہت دفعہ اپنے استادوں سے التجا کی تھی۔ کہ کوئی اس کو یہ دقیق معما حل کردے۔ اور ان باتوں کا جواب دے۔ مگر کسی نے آج تک اس چھوٹے منطقی کے ان مشکل اور اہم سوالات کا جواب خاطر خواہ نہیں دیا تھا+ اگر اس کو کوئی اچھی طرح یہ ذہن نشین کردیتا۔ کہ ہم فانی نہیں ہیں۔ ہماری روح ہمیشہ ترقی کرتی رہتی ہے۔ اور دنیا صرف ایک منزل ہے۔ جس کو طے کرنے کے بعد اس کو اور بھی منزلیں طے کرنی ہیں۔ اور اس اعلےٰ رتبے تک پہنچنا ہے۔ جب یہ روح انسانیت

ت۔ بالاتر ہو جائے گی۔ تو شاید اسے کچھ تسلّی ہوتی + اس کو دعا مانگنے کی سخت ممانعت تھی۔ اور اس کے اتالیقوں نے اسے بتایا تھا۔ کہ یہ ایک نہایت جاہلانہ فعل ہے۔ اور اگرچہ لوگ ابھی بکثرت دعا مانگتے ہیں۔ مگر اس کی صرف یہ وجہ ہے۔ کہ ابھی عوام میں تعلیم عام نہیں ہوئی ہے۔ اور وہ اس طریقے کو جس کے وہ سیکڑوں برس سے پابند ہیں۔ چھوڑ نہیں سکتے + اس کو بتایا گیا تھا۔ کہ ہمارا پیدا کرنے والا ذرہ یہ طاقت نہیں رکھتا۔ کہ ہم سے ہمدردی کرے۔ یا ہمارے دُکھ درد کو سمجھ سکے + انسان ان بے شمار چیزوں میں جو اس ذرہ کی حرارت سے پیدا ہوئی ہیں۔ ایک چیونٹی سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا +

لائنل ایسی باتیں سُن کر اپنی زندگی سے بیزار ہو جاتا تھا۔ اور مہاتما **گوتم بدھ** کی طرح سوچتا تھا۔ کہ ایسی حقیر چیز کو اپنی ہستی پر اس قدر ناز کیوں ہو۔ اور کس دن کے لئے جینے کی تکلیف گوارا کرے +

اب اندھیرا ہوتا جاتا تھا۔ اور ایک درخت کے پیچھے سے چاند کا خوب صورت چہرہ دکھائی دے رہا تھا۔ اور بہت دور کسی درخت پر کوئی چڑیا نہایت دردناک آواز میں گیت گا رہی تھی + لائنل اس کو سُننے لگا۔ اور تھوڑی دیر میں اپنی کرسی پر بیٹھا بیٹھا سو گیا۔ اور خواب دیکھنے لگا۔ جس میں کبھی تو فرانسیسی اور لاطینی کی گردانیں پرانی تواریخوں کے واقعات۔ یا جدید سائنس کی تحقیقاتیں خیال میں آتیں۔ اور کبھی چھوٹی جیسمن کھیلتی ہوئی نظر آتی۔ مگر یکایک کسی کی آواز لائنل لائنل کہتی ہوئی اس کے کان میں پڑی۔ اور یہ چونک کر اُٹھ کھڑا ہوا + کھڑکی سے باہر نگاہ ڈالی۔ تو مسٹر چارلس کو ایک درخت کی ٹہنی پر بیٹھا ہوا دیکھا۔ وہ اس کی طرف کچھ اشارہ کر رہے تھے۔ یہ سمجھا نہیں۔ مگر منہ

نکال کر باہر دیکھنے لگا + مسٹر چارلس نے ایک ٹرےمیں کچھ چیزیں اس کو دیں۔ اور کہنے لگے " یہ لو تمہاری اماں نے بھیجا ہے۔ وہ کہتی ہیں۔ کہ تم ان کی خاطر سے سب ذرا ذرا کھانا" یہ کہ کر وہ پھر واپس جانے لگے +

لائنل نے جلدی میں کہا۔ مہربانی کرکے ... مسٹر چارلس .... میرا پیارا اماں کو کہنا۔ اور میری طرف سے شکریہ ادا کرنا +

لائنل تھوڑی دیر کھڑکی کے پاس کھڑا ہوا مسٹر چارلس کی پھرتی پر غور کرتا رہا۔ کہ وہ کیسی جلدی نہایت آہستہ سے نیچے اتر گئے + لائنل کو اپنی اماں جان کے یہ رفیق پسند نہ آتے تھے، وہ اس وقت سوچنے لگا۔ کہ اس کی کیا وجہ ہو گی۔ مگر معلوم نہ کر سکا۔ پھر فرش پر بیٹھ کر اپنی ماں کا بھیجا ہوا کھانا کھانے لگا + ایک دن بھر کی ورزش نے اس پر یہ اثر کیا تھا۔ کہ اس نے اپنا کھانا غیر معمولی شوق اور بڑی بھوک سے کھایا + اس کو یہ مختصر سی ساری چیزیں بہت ہی لذیذ معلوم ہوئیں۔ اور اس نے سب ذرا ذرا کھا لیا۔ مگر غالباً دو تین دن گزر جانے پر اس کا پھر وہی حال ہو جائیگا + کھانے کی چیز دیکھ کر طبیعت متنفر ہو گی۔ معمولی چہل قدمی سے یہ ننھا بچہ تھک جائیگا۔ اور کودنے پھاندنے کا تو ذکر ہی کیا + کھانا کھا کر اس نے کپڑے بدلے۔ اور پلنگ پر جا لیٹا۔ تھوڑی ہی سی دیر میں بالکل غافل سو گیا + چاند اب اوپر چڑھ آیا تھا۔ اور اس کی کرنیں اس کے زرد چہرے اور منتشر سنہری بالوں پر پڑ رہی تھیں + میٹھی نیند سوتے ہوئے شاید کوئی پسندیدہ خیال اسے گدگدی کر رہے تھے۔ کیونکہ اس کے پیارے چہرے پر وہی پاکیزہ تبسم تھا۔ جو اکثر سوتے ہوئے معصوم بچوں کے چہرے پر دیکھا جاتا ہے +

نئے اُستاد کا پہلا درس

دوسرے دن پروفیسر کیڈ منگو رلائنل کے پڑھنے کے کمرے میں بیٹھے ہوئے اپنے شاگرد کا انتظار کر رہے تھے + ان کی طبیعت اس وقت کچھ برہم ہو رہی تھی۔ کیونکہ اس کمرے کی چھت میں جا بجا بڑے بڑے کنڈے لگے ہوئے تھے۔ جن میں کسی زمانے میں گوشت وغیرہ لٹکایا جاتا تھا + ان میں سے بعض اس قدر نیچے تھے۔ کہ ایک ان کے سر میں چُبھ گیا۔ اور ان کو تھوڑی سی چوٹ لگی + دوسری وجہ یہ تھی۔ کہ آج صبح اُن کی آنکھ مرغ کی اذان سے بہت بے وقت کھُل گئی تھی۔ اور نیند بھر سو نہ پائے تھے + خفیف تکلیفیں اکثر ان کا مزاج بگاڑ دیا کرتی تھیں۔ چنانچہ اس وقت بھی تیوری پر بل چڑھائے بیٹھے تھے۔ اور رلائنل کا نصاب تعلیم جو نہایت خوش خط لکھا ہوا اُن کے سامنے رکھا تھا۔ غور سے دیکھ رہے تھے۔ اور اس میں اتنے محو ہو گئے تھے۔ کہ تھوڑی دیر بعد جب دروازہ آہستہ سے کھول کر لائنل اندر داخل ہوا۔ تو انہیں خبر نہ ہوئی + یہ تھوڑی دیر تک ان کا چہرہ بغور دیکھتا رہا۔ پھر بڑے ادب سے سلام کیا +

"اچھا..... تم آ گئے ہو۔ امید ہے رات بھر میں تمہارا غصہ اُتر گیا ہوگا"+

"جی نہیں مجھے غصہ چڑھا ہی نہ تھا۔ تو اُترتا کیا"؟

"تم نے اچھی طرح آرام کر لیا یا نہیں"؟

"نہیں میں سمجھتا ہوں ابھی اچھی طرح نہیں کیا"+

"تم اگر ایسے کوئی جانور ہوتے۔ جو چھ مہینے برابر سوتا ہے تو بہتر تھا"+

"جی ہاں اگر ایسا ہوتا۔ تو میں بڑی تکلیفوں سے بچ جاتا + کیا آپ کو کبھی تکان

نہیں معلوم ہوتی"؟

"جب تمہارے سے سرکش بچوں کو پڑھاتا ہوں۔ تو اکثر تھک جاتا ہوں۔ ورنہ نہیں۔ اچھا میرے سامنے کھڑے ہو جاؤ۔ اور میرے سوالات کا جواب دو + یہ تمہارا کورس جو میرے سامنے ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ تم کچھ استعداد فرانسیسی اور لاطینی میں حاصل کر چکے ہو"+

پروفیسر کیڈ منگو نے بہت سے سوال کئے۔ اور لائنل کی غیر معمولی قابلیت اور تیزی طبع کو دیکھ کر حیران ہو گئے + اقلیدس اور جبر و مقابلہ کے نہایت دقیق سوالات اس نے آناً فاناً حل کر دئے۔ قریب دو گھنٹے تک یہ اس کا امتحان لینے میں مصروف رہے۔ جتنی زیادہ لیاقت اور تیزی سے لائنل ان کے سوالات کا جواب دیتا۔ اتنا ہی ان کا شوق اس کی ترقیِ تعلیم میں بڑھتا جاتا۔ اور ایسے ہونہار لڑکے کو خوب محنت سے پڑھانے کا عزم کرتے + لوگوں کا خیال ہے۔ کہ بچہ جس قدر ذہین ہو۔ اتنا ہی زیادہ اسے محنت کروائی جائے۔ تو سونے پر سہاگے کا کام دے۔ بیچارے ذہین لڑکوں کی اکثر اس طرح شامت آتی ہے۔ جتنی زیادہ جلدی اور تیزی سے وہ علوم و فنون کے ماہر ہوتے جاتے ہیں۔ اتنی ہی ان کے اُستاد اور بے رحمی سے انہیں گھوٹتے ہیں + نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ بیچارہ بچہ بہت جلدی زرد و لاغر اور کم زور ہو جاتا ہے۔ اور بہت دفعہ زندگی کی کل منزلیں طے کرنے سے پہلے ہی بہت بُری طرح اپنے مہربانوں کو مایوس کر جاتا ہے + ان بیچارے ذہین مگر بدقسمت بچوں سے وہ لڑکے بہت بہتر ہیں۔ جو اپنے مدرسوں میں ہمیشہ نظر حقارت سے دیکھے جاتے۔ اور مدرسوں سے ڈانٹ کھاتے رہتے ہیں۔ جن کو قدرت پھسلا کر اپنی کتابیں چھوڑنے اور کھیل کود میں مصروف ہو

جلنے پر آمادہ کر دیتی ہے۔ وہی لڑکے کچھ وقت گزرنے پر ان ہونہار نونہالوں پر سبقت لے جائیں گے۔ جو زمانہ طالب علمی میں اپنی تیزی اور ہشیاری سے لوگوں کو حیران کر رہے ہیں۔ ان کے قوی ہیکل جسم اور زور آور بازو دنیا میں بہت سے کام کریں گے وہ میدان جنگ میں بڑے بڑے سرکش بہادروں کا مقابلہ کرنے سے نہیں ڈریں گے۔ اور بالآخر یہ بچے جو بڑے بڑے جنگلی درختوں کی طرح بغیر کسی خاص کوشش کے بڑے ہو جاویں گے۔ شاید باغ قومی کے لئے ان نازک پودوں سے زیادہ مفید ہوں گے۔ جن کی دماغی نشوونما کے لئے زمانہ کے اعلےٰ سے اعلےٰ فاضلوں نے محنت کی۔ پروفیسر کیڈ منگو بھی اس عام اصول کے مطابق بچوں کو بڑی محنت سے پڑھانے پر متفق تھے۔ وہ اپنے وقت کے بے نظیر اور بے مثل معلم سمجھے جاتے تھے۔ لائنل کی غیر متوقع تیزی اور غیر معمولی استعداد کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ مگر اس کا اظہار اس پر نہیں کیا۔ صرف اختتام پر اتنا کہا۔ کہ "تم کو اس سے زیادہ محنت کرنی پڑے گی۔ جتنی تم پچھلے دنوں کرتے رہے میں کبھی تمہارے ایسے کم سن بچوں کو نہیں پڑھاتا ہوں۔ مگر تم نے چھوٹی عمر میں بھی بہت کچھ سیکھ لیا ہے۔ اور تمہارے والد کو تمہاری تعلیم کی از حد فکر رہتی ہے۔ اس لئے میں نے یہاں آنا منظور کر لیا۔ اب ان دو تین مہینوں میں جو میں تمہارے ساتھ ہوں۔ تم بڑی محنت سے پڑھنا اور خوب ترقی کرنا"۔

اتنا کہ کر وہ اس کے لئے دن بھر کا کام قلم بند کرنے لگے۔

"جب آپ یہ لکھ چکیں۔ تو کیا میں آپ سے وہ بات پوچھ سکتا ہوں۔ جس کی مجھے بڑی فکر رہتی ہے"۔

"ہاں .... کیوں نہیں .... کیا کوئی ضروری بات ہے"؟

"جی ہاں میرے خیال میں تو ضروری ہی ہے" +

پروفیسر نے تھوڑی دیر میں کام ختم کرکے قلم میز پر رکھ دیا۔ اس کی طرف دیکھ کر مسکرائے۔ اور کہا "اچھا کہو تم کیا کہتے ہو"؟

لائنل پاس آگیا۔ اور بولا۔ آپ بڑے دانا آدمی ہیں۔ بعض لوگوں کا خیال ہے۔ کہ انگلستان بھر میں کوئی اَور آپ کا ثانی نہیں۔ مجھے امید ہے۔ کہ آپ ضرور میرے اس سوال کا جواب دیں گے + میں معلوم کرنا چاہتا ہوں۔ کہ ذرہ کہاں ہے" پروفیسر کیڈ منگور کو یہ سوال سن کر سخت حیرت ہوئی + انہوں نے کچھ بگڑ کر کہا "کیا واہیات سوال کرتے ہو۔ ذرہ کہاں ہے۔ اس کے معنے ہی کیا"؟

"واہیات نہیں ہے۔ وہی ذرہ تو ہم سب کا پیدا کرنے والا ہے۔ دیکھئے مجھے آپ کو اور دنیا کے بے شمار آدمیوں کو اسی نے بنایا ہے۔ وہ کیسا عجیب چھوٹا سا ذرہ ہوگا۔ جس نے بغیر عقل و تمیز بغیر ہوش حواس کے ایسی اچھی اچھی چیزیں بنائیں۔ اور آپ مہربانی کرکے مجھے یہ بھی بتائیں۔ کہ وہ آیا کہاں سے تھا"؟

پروفیسر کیڈ منگور کچھ تیوری چڑھا کر اس کی طرف دیکھنے لگے۔ مگر خاموش رہے۔ کچھ جواب نہ دیا +

"میں نے آپ سے اس لئے پوچھا۔ کہ آپ بڑے ہی دانا ہیں۔ اگر آپ اتنے عقلمند نہ ہوتے۔ تو میں یہ سوال نہ کرتا + میں عرصے سے انتظار کر رہا تھا۔ کہ کوئی بڑا سمجھدار آدمی ہو۔ تو اس سے پوچھوں + اب آپ آئے ہیں۔ مجھے یقین ہے۔ آپ اس معاملے کو میرے لئے صاف کر دیں گے۔ کیونکہ مجھے یہ معلوم کرکے بڑی خوشی ہوگی۔ کہ وہ ذرہ عظیم کہاں ہے۔ اور کیا کیا کرتا ہے" +

"تم وہ بات معلوم کیا چاہتے ہو۔ جو آج تک کسی نے معلوم نہیں کی۔ دنیا اور اس کی ہر چیز کی پیدا کرنے والی کوئی طاقت ہے۔ یہ تو ہر شخص جانتا ہے۔ مگر وہ کہاں سے آئی۔ اور اس وقت کہاں ہے۔ یہ ایک ایسا پوشیدہ راز ہے۔ جو آج تک کسی پر عیاں نہیں ہوا + غالباً وہ ذرّہ اس وقت اپنی ہی پیدا کردہ اشیا میں ملا ہوا ہے + ہم صرف اتنا جانتے ہیں۔ کہ وہ ہر لحظہ مصروف رہتا ہے۔ اور اس کی پیدا کردہ چیزیں ہیں۔ جو ہمیں دنیا میں روزمرہ نظر آتی ہیں" +

لائنل یہ جواب سُن کر بالکل مایوس ہو گیا + "آپ نے کہا۔ کہ ہر چیز کی پیدا کرنے والی کوئی طاقت ہے۔ کیا آپ پورے یقین سے کہہ سکتے ہیں۔ کہ وہ طاقت بھی ذرہ ہے"؟

"ان معاملوں میں کوئی بات یقیناً نہیں کہی جا سکتی۔ جو کچھ سائنس کی جدید تحقیقاتوں سے دریافت ہوا ہے۔ اس کے مطابق ہم صرف قیاس کرتے ہیں" +

"تو آپ اس طرح قیاس کی بنا پر کہتے ہیں۔ کہ دُنیا کا پیدا کرنے والا ذرہ ہے۔ جس طرح اَور لوگ کہتے ہیں۔ کہ دنیا کا بنانے والا خدا ہے + مگر میں سمجھتا ہوں۔ کہ ہمیں پیدا کرنے والا کوئی بڑا عاقل شخص ہے۔ جو سوچتا اور سمجھتا ہے + یہ تو ممکن نہیں۔ کہ ذرہ میں ایسی طاقت ہو۔ کہ وہ ایسی عجیب و غریب چیزیں پیدا کر سکے۔ اگر ذرہ ہمارا پیدا کرنے والا ہوتا۔ تو وہی ہمارا حاکم بن جاتا" +

پروفیسر کیڈ منگور یہ سُن کر اپنی جوشِ دلیل میں کُرسی سے اُٹھ کھڑے ہوئے" +

"کیا تم سمجھتے ہو۔ کہ واقعی ایسا نہیں ہے + ذرّے روزمرہ ہمارے اوپر حکومت کرتے ہیں۔ بیماریوں اور وباؤں کے چھوٹے چھوٹے ذرے ہزارہا آدمیوں کا خون

کرتے ہیں۔ انہیں سے بھونچال آتے ہیں۔ ہزاروں قسم کی تبدیلیاں ہر روز ان کی حرکت سے سطح زمین پر دیکھنے میں آتی ہیں + ہم واقعی قطعاً ذرہ کے ہی تابع ہیں۔ میں ہزاروں مثالیں ان کی طاقت کی دے سکتا ہوں + تم ابھی اس قدر چھوٹے بچے ہو۔ کہ سائنس کی یہ باریکیاں سمجھ نہیں سکتے + مجھے تم سے ایسے دقیق مسلوں پر بحث کرنے ہنسی آتی ہے"۔

"ہنسی کی اس میں کیا بات ہے؟ میں تو ہر وقت اس بات پر سوچا کرتا ہوں۔ مجھے یقین تھا۔ کہ آپ میری یہ دقت صاف کر دیں گے" +

پروفیسر کیڈ منگور بات کاٹ کر بولے +

"تم نے اس مضمون پر بہت دیر گفتگو کی۔ اگر تم ایسے سوالات مجھ سے سال بھر لگاتار کرتے جاؤ۔ تو میں جواب نہ دے سکوں۔ ہم لوگ صرف اتنا ہی جانتے ہیں۔ جتنا سائنس کے ذریعے دریافت ہو سکتا ہے۔ زیادہ نہیں + میں نے تمہارے سبق پر نشان کر دیا ہے۔ اس کو بیٹھ کر یاد کرو۔ اور مجھ سے ایسے فضول سوالات مت کیا کرو۔ تمہارا تعلق اس دنیا سے ہے۔ اس کے بعد کیا ہوگا۔ یہ سوچنے کی ضرورت نہیں" +

یہ کہ کر وہ باہر نکل گئے + لائنل اب کمرے میں اکیلا تھا۔ کچھ گرمی معلوم ہوئی۔ تو کھڑکی کھول کر باہر دیکھنے لگا۔ دوپہر کا وقت تھا۔ سورج کی کرنیں ادھر اُدھر پھیلی ہوئی تھیں۔ پاس کی پھلواری میں جو تھوڑے سے پھول تھے وہ بھی مرجھائے ہوئے۔ صرف سورج مکھی ایک ایسا پھول تھا۔ جس پر کرنوں کا اثر نہ ہوا تھا + وہ نہایت غرور و ناز سے گردن اُٹھائے ہوئے آفتاب عالم تاب کا نورانی چہرہ بغور دیکھ رہا تھا + ایک سایہ دار درخت کے نیچے لائنل کو اپنے والد ماجد اور پروفیسر کیڈ منگور نظر آئے۔ یہ تھوڑی دیر تک ان کی طرف دیکھا کیا۔ پھر کتابیں لے کر اپنے اسی پرانے ڈسک کے پاس بیٹھ کر پڑھنے لگا

چھٹی کا دن اور دوستوں سے ملاقات

موسم گرما کے لمبے لمبے دن اب بیچارے لائنل سے کاٹے نہ کٹتے تھے۔ پڑھنے سے دم بھر چھٹی نہ پاتا۔ صرف کبھی کبھی پروفیسر کیڈمنگور کے ساتھ ہوا خوری کو جانے کی تو اسے ضرور اجازت تھی۔ مگر اس میں بھی اس غریب کو تفریح کہاں؟ وہ ہمیشہ ایک ہی مقررہ سڑک پر گھنٹہ آدھ گھنٹہ ٹہل کر چلے آتے تھے۔ کشتی کھینا۔ یا اَور کسی قسم کی تفریح طبع کا تو ذکر ہی کیا؟ ساحل پر بھی بہت کم جاتے۔ اور اس پر طُرّہ یہ۔ کہ کم سخن تھے۔ راستہ بھر ایک بھی بات نہ کرتے۔ بیچارے لائنل کو بھی ہمت نہ ہوتی کہ اظہارِ خیالات کرے + ایک آدھ دفعہ جو اس نے وہی اپنا پُرانا مسئلہ چھیڑا۔ تو بوڑھے منطقی کو ایک بات سوچنے کی مل گئی۔ اور اسے مختصر جوابات سے خاموش کر کے آپ ایسے محو ہوئے۔ کہ تمام راستے اسی معمے پر غور کرتے رہے۔ چنانچہ اب لائنل نے بھی اپنے تئیں خاموش رہنے کی خو ڈال لی۔ اور کسی ایسے مسئلہ پر گفتگو کرنا قطعی چھوڑ دیا + بعض اوقات اس کو ہجوم خیالات ایسا تنگ کرتے۔ کہ نیند نہ آتی۔ اور سر چکرانے لگتا۔ سبق اچھی طرح یاد نہ رہتا۔ اور وہ تیزی طبع اور ذکاوت جس سے پروفیسر صاحب آتے ہی حیران ہو گئے تھے۔ اب رفتہ رفتہ گھٹتی جاتی تھی + حق یہ ہے۔ کہ اس بیچارے کم سن بچے کو اپنی تعلیم کا بوجھ اس قدر زیادہ معلوم ہوتا تھا۔ کہ اُٹھائے نہ اُٹھتا + کبھی اس کا سر اس قدر تھک جاتا۔ کہ باوجود کوشش کے بھی کتابوں کی طرف راغب نہ ہوتا۔ مگر ایسے موقعوں پر وہ اَور زیادہ ہمت اور حوصلے سے کام لیتا۔ اور زبردستی پڑھنے لگتا تھا + وہ خود تو کبھی کسی سے کوئی شکایت

نہ کرتا تھا۔ لیکن اگر کوئی ہمدرد غور سے دیکھتا۔ تو معلوم کرتا۔ کہ اس کے زرد اور غمگین چہرے پر تکان کے کیسے گہرے آثار تھے +

ایک دفعہ بڑی سہانی صبح تھی۔ کہ لائنل کو اپنی سخت محنت سے دم بھر کی فرصت ہوئی۔ اور دم بھر کچھ یوں ہی سی خوشی میسر آئی + اس کے والد ماجد اور پروفیسر کیڈ منگور نے اتفاقاً لنٹن جانے کا قصد کیا۔ کہ پروفیسر صاحب نے اس جگہ کی بڑی تعریف سنی تھی۔ حتیٰ کہ بعض اشخاص نے ذکر کیا تھا۔ کہ اگر اس مقام کو انگلستان کا سوئٹزرلینڈ کہیں۔ تو بے جا نہ ہو۔ چنانچہ انہوں نے اس سیرگاہ کو بچشم خود دیکھنے کا ارادہ کیا۔ اور مسٹر ویلسکورٹ بہ حیثیت ان کے دوست اور مشفق کے ساتھ ہوئے + جاتے وقت مسٹر ویلسکورٹ ایک لمحہ بھر کو لائنل کے پاس آئے۔ اور کہنے لگے۔ "آج دن بھر تمہیں اکیلا رہنا ہے۔ دیکھوں تم کہاں تک حکم مانتے ہو۔ مجھ سے وعدہ کرو۔ کہ احاطے سے باہر نہ جاؤ گے۔ یہ باغ خاصہ بڑا ہے۔ اور تم اس میں اچھی طرح ورزش کرسکتے ہو۔ تم نے سنا"؟

"جی سنا" لائنل نے جواب دیا +

"قبرستانوں میں مارے مارے پھرنے کی اور نئے معزز دوستوں سے ملنے کی ضرورت نہیں۔ اچھا منہ سے وعدہ کرو" +

"میں وعدہ کرتا ہوں" +

یہ اچھی طرح اپنے فرائض کو سمجھتا ہے۔ میرے خیال میں تو اس میں سب سے بڑی خوبی یہی ہے"۔ پروفیسر نے بات کاٹ کر کہا + لائنل خاموش کھڑا تھا۔ اگر وہ اس وقت اپنے جذبات کا اظہار کرتا۔ تو یہ لوگ حقارت سے سنتے۔ اور توجہ نہ

کرتے ۔ عمر رسیدہ آدمی ہمیشہ چھوٹے بچوں کے رنج و غم اور مصائب و تکالیف کو محض خیالی اور فضول خیال کرتے ہیں۔ مگر اس میں شک نہیں۔ کہ اس کے ننھے دل جو پھولوں سے نازک تر ہوتے ہیں۔ ان تکالیف کو بالکل سہار نہیں سکتے۔ ان کے پاکیزہ دلوں پر جو غم کے گرد و غبار سے بالکل پاک ہوتے ہیں۔ اس کا پہلا اثر بہت ہی گہرا پڑتا ہے ۔

مسٹر ویلسکورٹ اور پروفیسر کیڈ منگو رجب نظر سے بالکل غائب ہو گئے۔ تو لڑکے کا دل کچھ بشاش ہوا۔ اور اسے ایسا معلوم ہوا۔ کہ کوئی بڑا بھاری بوجھ اس کے دل سے اُٹھ گیا ۔ اس نے کھڑکی کھولی۔ اور باہر کے خوش نما منظر کو دیکھنے لگا ۔ اس کو رنج تھا۔ کہ اس کی امّاں جان آج گھر میں نہ تھیں۔ اگر یہ وہاں ہوتیں۔ تو یہ جلدی سے نیچے جا کر انہیں لپٹ جاتا۔ اور اپنی پیاری امّی جان کے پیارے خوب صورت چہرے کو اس پیارے چہرے کو۔ جس سے اس چھٹی کے دن محبت مادری کے ایسے پاکیزہ بڑے گہرے مگر غیر متوقع آثار نمایاں تھے۔ چوم لیتا ۔ شاید وہ جلدی آجاویں۔ لائنل دل میں کہنے لگا۔ اگر ان کے دوستوں نے نہ روکا۔ تو ممکن ہے شام کے پہلے وہ یہاں پہنچ جاویں۔ اور میں رات سونے سے پیشتر ان سے باتیں کرسکوں ۔ لائنل کو اس خیال سے کچھ یوں ہی سی تشفی اور خوشی ہوئی۔ کہ اُور کوئی نہیں۔ تو اس کی امّاں جان تو اسے پیار کرتی ہیں۔ وہ اس پر بھی بار بار غور کرتا تھا ۔ یہ یقین کرنا کہ ان کو واقعی اس کا پیار تھا۔ لائنل کے لئے مشکل امر تھا۔ کیونکہ ان کی کسی بات سے۔ کسی حرکت سے۔ کبھی بھول کر بھی اس کی تصدیق نہ ہوتی تھی ۔ وہ کبھی اس کو اپنے پاس نہ بلاتیں۔ نہ پیار کرتیں۔ نہ اس کی بات میں دخل دیتی

تھیں۔ مگر تاہم لائنل کو وہ مہربانی آمیز الفاظ اور فرطِ محبت سے چمکتا ہوا چہرہ جب اس چھٹی کے روز پندرہ دن ہوئے وہ اسے لینے پھاٹک پر کھڑی تھیں۔ ہرگز نہ بھولتا تھا۔

لائنل ایک آہ سرد بھر کر سوچنے لگا۔ "آہ پندرہ دن ہوئے۔ اور مجھے دم بھر چھٹی نہ ہوئی۔ خیر آج ہی سہی"۔ یہ سوچ کر وہ باہر کے دلفریب منظر کو دیکھنے لگا۔ انگلستان میں موسم گرما ایسا ہی خوش گوار ہوتا ہے۔ جیسا یہاں موسم بہار۔ کھڑکی کے پاس کھڑے ہوئے اسے دُور دُور کی چیزیں نظر آ رہی تھیں۔ سبزہ پوش ٹیلے گھنے جنگلات میدان وغیرہ سب چیز نہایت ہی خوش نما معلوم ہوتی تھی۔ سورج کی کرنیں اِدھر اُدھر پھیلی ہوئی تھیں۔ قدرت کاملہ کی ہر چیز ایک خاصی نفاست اور دلفریبی سے جی لبھائے لیتی تھی۔ اس نے فوراً ارادہ کیا۔ کہ آج باغ میں جا کر پڑھوں گا۔ اور کتابوں کے ڈھیر میں سے دو جلدیں نکال کر نیچے اُتر گیا۔ اور ایک روش پر ٹہلنے لگا۔ پاس ہی گلاب کے بہت سے سرخ سفید اور گلابی پھول کھلے ہوئے تھے۔ اور ان کی بھینی بھینی خوشبو اس کا دل و دماغ تازہ کر رہی تھی۔ تھوڑی دیر میں اپنی دونوں کتابیں کسی جگہ پر رکھ کر انہیں بالکل بھول گیا۔ اور خود آ کر ایک ہری گھاس کے تختے پر لیٹ گیا۔ دونوں بانہیں سر کے نیچے رکھ لیں۔ اور نیلگوں آسمان کی طرف ٹکٹکی لگا کر دیکھنے لگا۔ کہیں پر ایک چھوٹا سا بادل کا ٹکڑا اڑتا ہوا نظر آیا۔ اور اس کے پاس ہی کوئی چڑیا۔ اور اس کی عین آنکھوں کے سامنے ایک بلبل نہایت میٹھی آواز میں کوئی راگ گا رہی تھی۔ گھنے سایہ دار درخت پھول پتیاں وغیرہ بالکل بے حس و حرکت تھیں۔ آس پاس کا منظر بالکل ایسا معلوم ہوتا تھا۔ گویا کسی مصوّر

کے کاریگر ہاتھ نے تصویریں دکھایا ہو + اس دلفریب نظارہ میں لائنل بالکل محو تھا۔ کہ ایک چڑیا اس سے کچھ فاصلے پر چہچہاتی ہوئی آئی۔ اور ڈری ہوئی نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی + لائنل کو خیال آیا۔ کہ اگر اس ننھی چڑیا کے بدلے اس کے والد آ جاتے۔ تو سارے نظارے کا لطف بگڑ جاتا + اس خیال کا آنا تھا۔ کہ وہ پھر سوچنے لگا۔ میرے ابا مجھے پیار کیوں نہیں کرتے۔ اماں بھی مجھے چاہتی ہیں یا نہیں۔ اس فکر میں تھا۔ کہ یکایک چونک پڑا۔ کوئی آواز اس کو "لائلی۔ لائلی" کہتی ہوئی کان میں پڑی + اِدھر اُدھر دیکھا۔ مگر کسی کا پتہ نہ پایا + پھر سُنا۔ کہ کسی نے "لائلی" کہہ کر بہت زور سے پکارا + اب کی دفعہ یہ آواز اس جانب سے آتی سنائی دی۔ جدھر گلاب کے پودوں اور دوسرے بہت سے خودرُو پھولوں نے دیوار کی طرف باڑ باندھی ہوئی تھی + لائنل اس طرف لپکا۔ اور گلاب کے پُھولوں میں سے ایک ننھا نازک پھول سا گلابی چہرہ تاکتا ہوا نظر آیا" اوہو لائلی۔ میں نے تجھے ڈھونڈ لیا" یہ کہتے ہوئے وہ چہرہ اَور بھی آگے نکل آیا "اوہو لائلی"۔ لائلی اس چھوٹی سہیلی کو دیکھ کر جس سے ملنے کا اسے کبھی خواب و خیال بھی نہ تھا۔ بہت ہی خوش ہوا + "کیوں پیاری .... جَیسمن۔ تم کیسے آگئیں ؟ تمہیں راستہ کس نے بتادیا" + ننھی مس ڈیل نے اس کا کچھ جواب نہ دیا۔ تھوڑی دیر غور کر کے بولیں۔ کیا میں اس سوراخ میں سے نکل نہیں سکتی۔ میں تمہاری امّاں سے ملوں گی" +

لائنل کو فوراً خیال آیا۔ کہ ایسا نہ ہو کوئی دیکھ لے۔ ممکن ہے۔ میرے ابا نوکروں کو کہہ گئے ہوں۔ کہ میرے اوپر نگاہ رکھیں۔ چنانچہ بجائے اس کے۔ کہ وہ اسے اپنے پاس بلا لیتا۔ وہ باڑ کے بالکل پاس چلا گیا۔ اور ہلکے ہلکے باتیں کرنے لگا + "میری امّاں

آج یہاں نہیں ہیں۔ میرے استاد اور ابا بھی دن بھر کو چلے گئے ہیں۔ میں بالکل اکیلا ہوں۔ میں نے ابا سے وعدہ کیا تھا۔ کہ اس احاطے سے باہر نہ نکلوں گا۔ نہیں تو میں ضرور تمہارے پاس آتا + مسٹر ڈیبل تو اچھے ہیں"؟

ہاں میرے ابا اچھے ہیں۔ وہ آج کل ایک اور ننھی مُنّی سے قبر کھود رہے ہیں۔ کسی چھوٹے سے بچے کی ہے۔ اور تم کیسے ہو۔ .... لائنل ... تمہارا مُنہ کتنا سفید ہے۔ بالکل ایسا لگتا ہے۔ جیسی میری امی لگتی تھیں۔ جب انہیں فرشتے لے گئے + لائنل مُسکرایا + شاید زیادہ پڑھنے سے میں زرد معلوم ہوتا ہوں۔ تم تو کبھی کچھ نہیں پڑھتیں" +

" میں پڑھنا نہیں جانتی۔ مگر ایک کہانی کی کتاب میرے پاس ہے۔ میری بوا مجھے اس کی کہانیاں سناتی ہیں" + لائنل شوق سے اس کی بھولی بھولی باتیں سنتا رہا۔ پھر ہلکے سے جُھک کر اس کے بالوں کی ایک لٹ پھولوں سے باندھ دی۔ اب تم جا نہیں سکتیں۔ تم میری چھوٹی قیدن بن گئیں۔ میں نے تمہیں باندھ دیا" + جیسمن بڑے شوق سے اپنے کندھے کے پیچھے دیکھنے لگی۔ اور خوب ہنسی۔ پھر ننھی نازک چڑیا کی طرح بڑے آرام سے پتّوں میں بیٹھ گئی +

" میں نے تمہیں کہا تھا۔ کہ یہاں ایک سوراخ ہے۔ جس میں سے میں نکل جاتی ہوں۔ دیکھو یہی وہ چھید ہے۔ میں یہاں آکر پھول توڑ لے جاتی ہوں۔ یہاں تو گلاب کے پھول بہت ہیں" + یہ سُن کر لائنل جلدی سے اُٹھا۔ اور پاس کے درختوں سے بہت سے عمدہ عمدہ پھول توڑ لایا۔ جیب سے ایک تاگا نکال کر ان کا گلدستہ بنایا۔ اور ہلکے سے اس کے ہاتھوں میں دھر دیا + جیسمن نے اپنی چھوٹی سی ناک پھولوں کے اندر گھسا دی" + کیسے عمدہ پھول ہیں! تم بڑے اچھے لڑکے ہو لائنل .... " ارے مکھی

آئی ہے"۔ یہ کہ کر اس نے اپنے پھولوں کو چھپا لیا۔ اور وہ شہد کی مکھی بار بار اس کے اِرد گِرد گھومنے لگی۔ شاید اس ننھی بچی کو وہ کوئی حقیقی پھول سمجھی + لائنل ایک پتا زمین سے اُٹھا کر بڑی مستعدی سے اسے ہٹانے لگا + پھر تھوڑی دیر میں شاید جب اس مکھی کو معلوم ہوا۔ کہ یہ خوب صورت معصوم بچے پھول نہیں۔ بلکہ انسان ہیں۔ تو آہستہ سے دوسرے پھولوں پر چلی گئی + جیسمن تیوری چڑھا کر اسے دیکھنے لگی" + اتنے پھول اَور ہیں۔ وہ اس کے لئے کافی نہیں ہوتے۔ کہ میرے پھولوں پر آتی ہے۔ بڑی خراب مکھی ہے"! لائنل نے بھی بڑی زور سے تائید کی۔ پھر پاس کو آ کر کہا۔ تم کس طرح آئیں۔ جیسمن کیا تم اس کھیت سے اکیلی گزر آئیں ؟

جیسمن نے بڑے ناز سے جواب دیا" ہاں اکیلی آئی۔ کبھی کبھی اس کھیت میں گائے بھینس چرا کرتی ہیں۔ تو میں ڈر جاتی ہوں۔ مگر آج نہیں تھیں۔ تو میں راستے بھر تم سے ملنے کو بھاگی ہوئی آئی + تم مجھ سے کھیلنے کب آ وگے"؟ لائنل کی خوشی یہ سن کر کچھ مدھم پڑ گئی۔ اس نے دھیمی اور افسردہ آواز میں کہا۔ معلوم نہیں کب۔ مجھے پڑھنے سے چھٹی نہیں ہوتی۔ دوسرے میں پروفیسر بغیر کہیں جا نہیں سکتا +

جیسمن حیرت سے بولی "فیسر"؟" وہ کون ہے"؟

"میرا اُستاد۔ جو مجھے پڑھاتا ہے" +

"تو کیا وہ بھی ساتھ نہیں آسکتا"؟

"شاید وہ تو آنا نہ چاہیں" +

"ہاں وہ بڑا بُرا ہے۔ وہ مجھ سے ملنا نہیں چاہتا۔ وہ ایسا ہی بُرا ہے۔ جیسے تمہارے ابا ہیں۔ تم نے مجھ سے کہا تھا۔ کہ اگر میں اس میں نکل آؤں۔ تو وہ بڑے

خفا ہوں"۔ پھر ذرا لہجہ بدل کر نہایت درد آمیز آواز میں بولی "بیچارے لائنل مجھے تجھ پر بڑا ترس آتا ہے"۔

اس نے یہ الفاظ اس قدر درد سے کہے۔ کہ لائنل پر بڑا اثر ہو۔ اور اس کی آنکھیں بھر آئیں "کیوں جیسمن"؟

"تم بالکل اکیلے ہو۔ اور میں سمجھتی ہوں۔ کہ تم میرے ساتھ کبھی نہیں کھیلو گے"

لائنل نے اس کے دونوں ننھے ہاتھ پکڑ لئے۔ اور ان سے کھیلنے لگا "نہیں یہ مت کہو۔ میں تمہارے پاس ضرور آؤں گا۔ اگر اب نہیں تو بڑا ہو کر تو ضرور ہی آؤنگا"

وہ غور سے اس کی طرف دیکھنے لگی "ابھی بڑے ہونے میں بہت دن ہیں لائنل"

لائنل خاموش رہا۔ بچی کا یہ کہا بہت ہی درست تھا۔ لائنل کے بڑے ہونے میں (اگر وہ بڑا ہوا تو) ابھی لمبا عرصہ تھا۔ وہ بیچارہ اس چھوٹی زندگی سے ہی بیزار تھا۔ اور ہرگز نہ چاہتا تھا۔ کہ صرف جوان ہونے کی خاطر وہ اتنے سال زندہ رہنے کی تکلیف برداشت کرے۔ تھوڑی دیر یہ اسی طرح خاموش بیٹھے رہے۔ پھر جیسمن بولی "اب میں جاتی ہوں"۔

"اتنی جلدی! تھوڑی دیر اور ٹھیر جاؤ"

"نہیں ابا میرے لئے ٹھہرے ہوں گے۔ میں ان کو گھر لے جاؤں گی"

"اچھا تم آج ۴ بجے پھر آنا۔ میں یہاں کھڑا ہوا تمہاری راہ دیکھوں گا"

"میں آ نہیں سکتی۔ میری بوا مجھے آنے نہیں دیں گی" لڑکی نے ذرا سوچ کر جواب دیا۔

"نہیں پیاری جیسمن تم ان سے منت کر کے کہنا ایک دفعہ تو آنے دیں گی"۔ لائنل

نے بڑی عاجزی سے کہا +

"اب تو ہم یہاں سے جلدی جانے والے ہیں" +

"ہاں لائنل میں کوشش کروں گی۔ شاید آجاؤں شاید نہ آسکوں۔ مگر میں جلدی ملونگی تم مجھے بھولنا نہیں" +

"نہیں پیاری چھوٹی سی جیسمین میں نہیں کبھی نہیں بھول سکتا" +

جیسمین نے اس باڑ کے سوراخ میں سے اپنا سر نکالا۔ اور کھڑی ہوگئی۔ لائنل نے اسے ٹوپی پہنادی۔ دونوں بچوں نے لپٹ کر پیار کیا۔ اور جیسمین جانے لگی۔ مگر تھوڑی دور چل کر پھر واپس آئی۔ اور اسی سوراخ میں سے اپنا ننھا منہ نکال کر کہنے لگی۔ "ہم جلدی ملیں گے لائنل"۔ اور یہ کہ کر غائب ہوگئی +

لائنل پھر اکیلا ہوگیا۔ اور اب اس کی خوشی بالکل جاتی رہی۔ شاید اس چھوٹی سہیلی کے اس قدر جلدی چلے جانے سے اس کا جی افسردہ ہوگیا۔ جو کچھ بھی وجہ ہو۔ اس کی طبیعت پر اب وہ بشاشت نہ رہی۔ جو صبح تھی + اس کا بے اختیار جی چاہا۔ کہ باڑ کو پھاڑ کر نکل جاوے۔ اور پھر ایک دن جی بھر کر کھیل لے۔ مگر وعدہ کر چکا تھا اس لئے مجبور تھا۔ مگر یقیناً جیسمین کے جاتے ہی اس کی تمام خوشی بھی غایب ہوگئی تھی۔ اور اپنی تنہائی کا خیال اسے ستا رہا تھا۔ دھیان بٹانے کے لئے اس نے اپنی دونوں کتابیں اٹھائیں۔ اور ایک طرف بیٹھ کر پڑھنے لگا۔ مگر اس کا جی اس وقت اس طرف بالکل نہ جمتا تھا +

تھوڑی دیر میں اس کی نگاہ دو بڑی خوب صورت تیتلیوں پر پڑی۔ جو نہایت دلربایانہ انداز سے پھولوں سے اٹکھیلیاں کر رہی تھیں + ان کے رنگا رنگ کے

نازک پر سورج کی شعاعوں میں چمکتے ہوئے نہایت بھلے معلوم ہوتے تھے۔ اور بھی تمام چیزیں نہایت خوش و خرم شاد و خنداں تھیں۔ لائنل بیچارہ کو قدرت کی بے رحمی کا خیال آیا۔ اور دل میں کہنے لگا۔ اگر دنیا کا بڑے سے بڑا آدمی بھی تکلیف یا رنج میں ہو یا مر جائے۔ تو کسی کو ملال نہ ہو۔ قدرت کی ہر چیز ایسی ہی بشاش۔ جیسی اس وقت ہے۔ چڑیاں اسی طرح میٹھی سروں میں چہچہاتی رہیں۔ تیتلیاں پھولوں سے اٹکھیلیاں کریں۔ پھول کھلیں اور آفتاب چمکا کرے۔ شاید یہی وجہ ہے۔ کہ لوگوں نے ذرہ کو دنیا کا پیدا کرنے والا قرار دیا ہے۔

وہ اپنی جگہ سے اُٹھ کر ہلکے ہلکے ٹہلتا ہوا مکان کے پھاٹک کی طرف نکل گیا۔ یہاں اونچے اونچے درخت سایہ کئے ہوئے تھے۔ اور انہیں میں سے ایک کے زیر سایہ ایک شخص کھڑا ہوا اس کی طرف کچھ اشارہ کر رہا تھا۔ یہ جلدی قدم بڑھا کر اس کے پاس پہنچا۔ مگر جوں ہی اس کی نگاہ اس مصیبت کے مارے بھیانک چہرے پر پڑی۔ یہ چونک کر پیچھے ہٹ گیا۔ اس کم بخت کا سر ضعف سے برابر ہلتا جاتا۔ اور معلوم نہیں کیوں یہ مُنہ سے لگاتار کچھ الفاظ کہے جاتا تھا۔ اس کے ہاتھ پاؤں سب ٹیڑھے تھے۔ اور بیچارہ بہ مشکل کھڑا ہو سکتا تھا۔ جسم سُوکھ کر کانٹا ہو رہا تھا۔ اور چہرے پر مُردنی سی چھائی تھی۔ اس کے ہاتھ میں ایک ٹوکری نہایت خوب صورت گلاب کے پھولوں سے لدی ہوئی تھی۔ اور دو چار لال لال بڑے عمدہ اور لذیذ سیب بھی پڑے تھے۔ یہ خوشنما دلفریب چیزیں اس بھیانک مُڑے ہوئے ہاتھ میں جو برابر لائنل کی طرف کچھ اشارہ کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ ہرگز زیب نہ دیتی تھیں۔

لائنل اس کو دیکھ کر چونک پڑا۔ خوف سے اس کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔

اور ایک دو لمحے غور سے دیکھتا رہا۔ پھر بھاگتا ہوا اپنے کمرے میں چلا گیا۔ اور کرسی پر بیٹھ کر سوچنے لگا۔ ہمارا پیدا کرنے والا ضرور ذرہ ہی ہوگا۔ جو ہماری تکلیفیں محسوس نہیں کرتا۔ کوئی رحم دل شخص ایسے مصیبت زدہ کو زندہ نہیں رکھ سکتا۔ ہمیں دنیا میں لا کر تکلیف دینے سے کیا مطلب ہے۔ لائنل سوچتا رہا۔ اگر کوئی مجھے اس کا سبب بتا دیتا۔ تو میری تسکین ہو جاتی۔ مگر سبب تو کوئی بتاتا ہی نہیں۔ ریوبن ڈیل کہتا ہے۔ کہ اس میں ضرور کوئی مصلحت ہے۔ مگر وہ بے علم ہے۔ کچھ جانتا نہیں۔ میں اس سے پوچھوں گا کہ اس کے اللہ میاں کا اس بیچارے فقیر کو اتنی تکلیف دینے سے کیا مطلب ہے؟ پھر کسی خیال میں پہنچ گیا۔ اور اپنے والد کی کتابوں میں کوئی کتاب ڈھونڈنے لگا۔ جہاں جہاں ان کی الماریاں تھیں۔ سب میں دیکھ ڈالا۔ مگر وہ کتاب نہ ملی۔ پھر ایک خادمہ کو پکارا۔ "توسی تم کہاں ہو"؟

"جی ہاں ماسٹر لائنل کیا ہے"؟

"تم مجھے تھوڑی دیر کو اپنی انجیل دے سکتی ہو"؟

ضرور۔ کیوں نہیں؟ تھوڑی دیر میں توسی باورچی خانہ کی طرف جا کر انجیل کی ایک جلد جو ایک نہایت باریک کاغذ میں لپٹی ہوئی تھی۔ لے آئی۔ اور بڑی خوشامد سے کہنے لگی: "دیکھنا سیاہی نہ لگے"۔

"نہیں میں ابھی دے دوں گا"۔ لائنل اپنے کمرے میں چلا آیا۔ اور انجیل مقدس کے وہ صفحے کھول کر۔ جن میں حضرت مسیح کے بیماروں کو شفا دینے کا حال درج تھا۔ دیکھنے لگا۔ پھر ایک آہ سرد بھر کر کتاب بند کر دی۔ اور دل میں کہا مجھے کیا۔ اس میں خواہ کتنا ہی اطمینان دلایا ہو۔ مگر میرے ابا جان اور پروفیسر تو کہتے ہیں۔ کہ یہ ٹھیک

ہی نہیں۔ اور میں نے تو ایک کتاب میں یہاں تک پڑھا تھا۔ کہ حضرت مسیح کبھی پیدا ہی نہ ہوئے تھے +

تھوڑی دیر میں یہ توسی کے پاس جاکر اسے کتاب واپس کر آیا+ اس نے پوچھا "تم جو دیکھنا چاہتے تھے۔ تمہیں مل گیا"؟

"ہاں .... نہیں۔ ہاں مل ہی گیا۔ توسی تم نے اس بیچارے فقیر کو دیکھا تھا۔ اس کے ہاتھ پاؤں سب ٹیڑھے تھے۔ اور اُس کی صورت بڑی ڈراؤنی تھی" +

"ہاں وہ اسی گاؤں میں رہتا ہے۔ لڑکے اسے دیکھ دیکھ کر ہنسا کرتے ہیں۔ مگر وہ فقیر نہیں۔ اپنی روزی آپ کماتا ہے۔ کسی پر اپنا بار نہیں ڈالتا۔ مگر معلوم نہیں وہ کما کیسے سکتا ہے۔ شاید اللہ اس کی خود نگہبانی کرتا ہے۔ کیونکہ اَور کوئی اس غریب کی پروا نہیں کرتا" +

لائنل اپنے کمرے میں چلا گیا۔ اور بڑے غور سے پڑھنے لگا۔ بہت دیر تک پڑھتا رہا۔ پھر بالکل تھک کر اُٹھا۔ گھڑی دیکھی۔ تو ۴ بجے تھے۔ اسے یاد آیا۔ کہ اس وقت اُس نے جیسمین کو بُلایا تھا۔ شاید وہ اب آتی ہی ہو+ یہ سوچ کر نیچے گیا۔ اور بڑی بے تابی سے باڑ کے پاس کھڑا ہوا انتظار کرتا رہا۔ مگر پانچ بج گئے۔ اور اس کی ننھی سہیلی نہ آئی+ آخر کار جب بالکل مایوس ہو گیا۔ تو اندر چلا گیا+ توسی اس کے واسطے کھانا لے آئی۔ اور محبت بھری آنکھوں سے اس کی طرف دیکھ کر بڑے پیار سے بولی "میری بات مانو تو آج تم ذرا جلدی سو جاؤ۔ ماسٹر لائنل تم بالکل تھکے ہوئے معلوم ہوتے ہو"+

"میں اماں کے آنے تک جگا رہنا چاہتا ہوں" + یہ سُن کر تو اسے فکر ہوئی۔ کچھ ہلی جُلی اور پھر کہنے لگی "نہیں یہ مت کرو۔ ابّا بڑے خفا ہوں گے۔ تم روز ۹ بجے

سو جاتے ہو۔ تمہاری اماں تو ۱۱ بجے آویں گی۔ اگر تم جب تک جاگتے رہے۔ تو ہم سب کی شامت آئے گی"۔

"اچھا تو جانے دو۔ ان کو میرا پیار تو ہے ہی نہیں ....اگر ہوتا"....غریب لائنل فقرہ ختم کرنے نہ پایا تھا۔ کہ آنسوؤں کی لڑی نے اس کی زبان روک دی۔ نرم دل خادمہ نے فوراً اسے اپنے گلے سے لگا لیا۔ میرے لعل کیا ہوا۔ تم کتنا رو رہے ہو۔ تمہیں بڑی محنت پڑتی ہے۔ تم تھک جاتے ہو۔ مجھے افسوس ہے۔ کہ مسٹر مونٹروز چلے گئے"۔ "مجھے بھی افسوس ہے"۔ یہ کہ کر جلدی لائنل نے آنسو روک لئے۔ اور لوسی کا بروچ دیکھنے لگا۔ "تمہیں یہ کس نے دیا تھا"؟

"ہاں۔ ہاں! تم فکر مت کرنا۔ میں بالکل اچھا ہوں۔ صرف ذرا تھک گیا تھا۔ اب میں کھانا کھا لوں گا"۔ یہ کہ کر لوسی کو دکھانے کے لئے بہت شوق سے لائنل کھانے کی طرف رجوع ہوا۔ وہ خوش ہو کر چلی گئی۔ مگر اس کا کمرے سے باہر نکلنا تھا۔ کہ لائنل دسترخوان چھوڑ کر کھڑکی کے پاس آ بیٹھا۔ اور حسب معمول خیالات میں غرق ہو گیا۔ شام ہونے کے پہلے اس نے بہت کوشش کی۔ کہ تھوڑا سا اَور پڑھ لے۔ مگر کتاب ہاتھ میں لیتے ہی سر چکرانے لگتا۔ چنانچہ یوں ہی خالی ہاتھ بیٹھا رہا۔ سورج کو غروب ہوتے۔ اور تاروں کو نکلتے دیکھا کیا۔ پھر سونے کا وقت آیا۔ تو کھڑکی بند کرنے اٹھا۔ کسی دُور کے میدان کی جانب سے اُلو کی بھیانک پکار اس کے کان میں پڑی۔ اس نے دل میں کہا۔ کیسی دردناک آواز ہے۔ ممکن ہے میری طرح یہ بھی زندگی سے بیزار ہو۔ اور ذرہ کی بے رحمی کا شاکی۔

٭

ماں کا بیٹے سے رخصت ہونا

سخت محنت کے بعد لائنل کا دماغ اس قدر تھک گیا تھا۔ کہ دیر تک نیند نہ آئی۔ دن کو جو سبق یاد کیا تھا بار بار وہی خیال میں آتا۔ کبھی سوچتا۔ کہ بادشاہ رچرڈ۔ رجس نے مسلمانوں سے بیت المقدس چھیننے کے لئے جہاد کیا تھا) کیسا ناسمجھ شخص تھا۔ کہ اس نے مذہب کی خاطر اتنی بڑی جنگ کی۔ اس کو شاید یہ نہ معلوم تھا۔ کہ وہ محض اپنے وہم وخیال کے لئے لڑتا ہے۔ اگر وہ ایسا دانا ہوتا۔ جیسے لوگ آج کل ہیں۔ تو کیوں ناحق خون کے دریا بہتے؟ پھر کبھی پروفیسر کیڈ منگور کی صورت اور اس فقیر کا بھیانک چہرہ دکھائی دیتا۔ اور کبھی جیسمن ڈیل۔ آخر رفتہ رفتہ یہ سب خیالات مدھم پڑ گئے۔ اور کچھ گھنٹے بعد وہ بالکل غافل سو گیا۔ یہاں تک کہ ایک آواز نے کئی دفعہ لائل۔ لائل کہ کر پکارا۔ مگر اسے خبر نہ ہوئی۔ وہ سمجھا۔ کہ شاید خواب دیکھ رہا ہے۔ مگر چوتھی یا پانچویں آواز سے تو آنکھ کھل ہی گئی۔ اور اس نے دیکھا۔ کہ کوئی عورت کوٹ پہنے ہوئے اس کے پلنگ پر جھکی ہوئی ہے۔ کمرے میں چاروں طرف اندھیرا تھا۔ صرف کھڑکی کے شیشے میں سے کچھ جھلک روشنی کی اندر آرہی تھی۔ تھوڑی سی دیر کو یہ حیران ہو گیا۔ کہ اس وقت آدھی رات کو آنے والی یہ کون عورت ہے۔ اور میں کس کی صورت دیکھ رہا ہوں۔ مگر قبل اس کے کہ یہ دیکھ کر پہچان لیتا۔ اس نے لائل کو گلے سے لگا لیا۔ اور بڑی میٹھی آواز میں بولی "لائل میں نے تجھے ڈرا دیا۔ میرے بچے کیا تو مجھے نہیں جانتا"؟

"اماں" کہ کر لائنل جھٹ پلنگ سے کودا۔ اور ماں سے لپٹ گیا "تم آئی ہو۔ تم نے

کتنا اچھا کیا۔ ابھی کپڑے بھی نہیں بدلے ہیں۔ کیا لوسی نے کہا تھا۔ کہ میں تم سے ملنا چاہتا تھا"؟

"نہیں۔ اس نے تو نہیں کہا۔ میں آج تجھ سے کچھ کہنے آئی ہوں۔ غور سے چپ لگا کر سننا۔ ایسا نہ ہو تجھے سردی ہو جاوے" یہ کہ کر مسز ویلسکورٹ نے اسے بڑی محبت سے اپنے کوٹ میں ڈھک لیا +

مادر شفق و مہربان کی گود میں اس طرح بالکل شیر خوار بچوں کی طرح پڑا ہوا لائنل نہایت ہی خوش تھا۔ اس کو اپنی ماں کی طرف سے اس مہربانی کی بالکل امید نہ تھی۔ چنانچہ دل ہی دل میں تعجب بھی کر رہا تھا +

مسز ویلسکورٹ بولیں "تجھے گود میں لٹائے ہوئے میرے لعل مجھے تُو وہی ننھا بچہ معلوم ہوتا ہے۔ جس کو میں کبھی لوری دے کر سلاتی تھی۔ اور جس پر بڑا ناز کرتی تھی + تجھے یاد نہیں تُو ایک دفعہ بالکل چھوٹا بچہ تھا" +

لائنل نے اپنی دونو باہیں اُن کے گلے میں ڈال دیں " ہاں اماں" +

"اچھا لائلی تم میری سب باتوں کو اب بڑے غور سے سنو۔ اور سمجھ جاؤ۔ میں آج رات اپنے ایک دوست کے پاس جانے والی ہوں۔ میرے لئے یہاں کوئی خوشی نہیں ہے + تمہارے ابا مجھے کوئی بات اپنی خوشی کی کرنے نہیں دیتے + وہ مجھے ہر قسم کے آرام اور خوشی سے اسی طرح محروم رکھتے ہیں جیسے تجھے + وہ خود بڑے نیک اور سمجھ دار آدمی ہیں۔ (یہ کہ کر مسز ویلسکورٹ حقارت سے ہنسی) اور ان لوگوں کی جو ایسے نہیں۔ ان سے نہیں بنتی + اسی لئے میں نے ارادہ کیا ہے۔ کہ تھوڑے دن اپنی مرضی کے مطابق بسر کروں گی + جب تم بڑے ہو جاؤ گے۔ تو تمہیں معلوم ہوگا۔

کہ جب کوئی بہت ہی اُداس رہتا ہے۔ یہاں تک کہ زندگی سے بیزار ہو جاتا ہے۔ تو ڈاکٹر اسے کہیں دوسری جگہ بھیج دیتے ہیں + میرا آج کل بالکل یہی حال ہے۔ مجھے یہاں رہتے رہتے زندگی وبال ہو گئی ہے۔ اور اب میں تھوڑے دن کو ایسی جگہ جاتی ہوں۔ جہاں مجھے تفریح کے سامان بہت ملیں گے + تمہارے ابا کے ایسے بھلے آدمی کبھی تفریح کا خیال نہیں کرتے۔ مگر میں بھلی نہیں ہوں۔ اور مجھے یہ زندگی ستا رہی ہے"+

لائنل یہ گفتگو سُن کر کچھ حیران اور کچھ غمگین ہو گیا +

"نہیں اماں تم بڑی اچھی ہو"+

"نہیں میرے لعل اگر اچھی ہوتی۔ تو پھر کیا تھا۔ میں بہت ہی بُری ہوں۔ اور میں اس بات کا نقش تمہارے دل پر جمانا چاہتی ہوں۔ مجھے کسی کا پیار نہیں۔ تیرا بھی نہیں میرے بچے"+

لائنل نے نہایت درد آمیز اور دھیمی آواز میں کہا "اماں یہ مت کہو"+

وہ مذاقاً کہنے لگیں "نہیں مجھے اپنے بیٹے کا پیار نہیں۔ کبھی تھا ہی نہیں۔ میں تجھے کبھی اپنی گود میں نہیں لیتی تھی۔ نہ کبھی لوری دے کر سُلاتی۔ نہ کبھی ان پیارے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں کو پیار کرتی تھی۔ نہیں میرے پیارے بیٹے میں نے تجھے کبھی پیار نہیں کیا۔ نہ کرتی ہوں"+

مسز ویلسکورٹ جھکیں۔ اور بڑی بے تابی سے اُسے خوب زور سے پیار کرنے لگیں + لائنل ان کی غیر معمولی حالت دیکھ کر سہم گیا + یہ اسے اس قدر زور سے پکڑے ہوئے تھیں۔ کہ یہ بالکل ہل نہ سکتا تھا + چاند کی روشنی جو اُن کے چہرے پر

پڑی۔ تو اس نے دیکھا۔ کہ اس سے وحشت برس رہی تھی + کوئی بات بڑی ہی تباہ کن واقع ہونے والی ہے۔ لائنل کو فطرتاً خیال آیا "شاید اماں بیمار ہیں"۔ ان کی طرف دیکھ دیکھ کر اس کا دل خوف سے دھڑکنے اور بدن کانپنے لگا +

"کیا تجھے سردی لگ رہی ہے میرے بچے"؟ یہ کہ کر مسز ویلسکورٹ ایک پاس کی کرسی پر بیٹھ گئیں۔ اور لائنل کو پھر اپنے سمور کے کوٹ سے اچھی طرح ڈھک لیا +

اب تجھے گرمائی آجاوے گی ..... اچھا اب مجھے اپنی باتیں ختم کرنی چاہئیں + لائلی پیارے جب تو چھوٹا تھا۔ میں تجھے بڑا ہی پیار کرتی تھی۔ ہر وقت اپنے پاس رکھتی۔ ہر کام تیرا اپنے ہاتھ سے کیا کرتی تھی۔ کسی نوکر سے تیرا کام کروانا مجھے ہرگز اچھا نہ لگتا تھا + لوریاں دے دے کر تجھے سلاتی۔ اور ہر دم تیرے اوپر جان دیا کرتی تھی + مجھے تیری نسبت بڑی بڑی امیدیں تھیں + میں تیرے بڑے ہونے کے منصوبے باندھا کرتی تھی۔ اور تو اتنا خوب صورت موٹا تازہ بچہ تھا۔ کہ میں تیرا چاند سا منہ دیکھ کر باغ باغ ہو جاتی تھی + ان دنوں میں بڑی خوش رہا کرتی تھی۔ پھر تو بڑا ہوا۔ تو میں نہ چاہتی تھی۔ کہ تیرے اوپر پڑھائی کا اتنا بوجھ پڑے + میری آرزو تھی۔ کہ میرا بچہ کھیل کود کر خوب موٹا تازہ اور توانا ہو جاوے۔ مگر تیرے ابا کی رائے دوسری تھی۔ انہوں نے بڑی چھوٹی عمر سے تجھ سے سخت محنت کروانی شروع کی۔ میں دیکھتی تھی۔ کہ تو دن بدن زرد اور دبلا ہوا جاتا تھا + میرا دل بھر آتا تھا + میں اکثر تیرے ابا سے التجا کرتی۔ کہ تیری صحت کا خیال کریں۔ مگر وہ نہیں سنتے تھے + رفتہ رفتہ میرا بچہ مجھ سے بالکل چھین لیا گیا + اب تو تو بڑا ہو گیا ہے۔ اور تجھے بھی میری ضرورت نہیں۔ اور تیرے ابا تو مجھ سے تنگ ہی رہتے ہیں + یہ بھی ایک وجہ ہے۔

جس سے میں تھوڑے دن کو جانا چاہتی ہوں + میں آج ہی چلی گئی ہوتی۔ مگر صرف تیری کشش مجھے یہاں لائی۔ مجھ سے یہ نہ ہو سکا۔ کہ میں تجھ سے رخصت ہوئے بغیر چلی جاتی" +

انہوں نے یہ سب باتیں بڑی بے تابی سے کہیں۔ ان کی بڑی بڑی نیلی آنکھیں بالکل آنسوؤں سے بھری ہوئی تھیں۔ اور موٹی موٹی بوندیں لائنل کے منتشر بالوں پر پڑ رہی تھیں + وہ لیٹے سے اُٹھ بیٹھا۔ اور بڑے پیار سے ایک ہاتھ ان کے گال پر رکھ کر کانپتی ہوئی آواز میں بولا "کیا تم واقعی جاؤ گی اماں؟ آدھی رات کو تمہارا جانا کیا ضروری ہے"؟

"مسز ویلسکورٹ نے اس کی طرف دیکھا۔ اور روتے روتے مسکرائیں "ہاں جاؤں گی تو ضرور۔ میں بھی تیری طرح ہوں۔ مجھے بھی چھٹی کی ضرورت ہے" +

"میری اماں مجھے بھی ساتھ لے چلو۔ مجھے تم بڑی پیاری ہو +

مسز ویلسکورٹ کا خوب صورت چہرہ اس وقت شرم اور پشیمانی سے بدل گیا + "میں تجھے پیاری ہوں؟ بڑے تعجب کی بات۔ لائنل میں ہرگز تیرے پیار کی مستحق نہیں۔ تو مجھے پیار کرنا بالکل چھوڑ دے۔ کل تیرے ابا تجھے اس کی وجہ بتا دینگے" +

تھوڑی دیر دونوں خاموش رہے۔ پھر لائنل نے ڈرتے ڈرتے پوچھا "کیا تم بہت دن میں آؤ گی"؟

"میں کہہ نہیں سکتی میری جان۔ تیرے ابا کل تجھے میرا حال بتا دیں گے۔ اور وہ ضرور تم کو ہدایت کریں گے۔ کہ تم مجھے پیار نہ کرو + سُنا بچے تو مجھے پیار نہ کیا کر۔ میں اس کی حق دار نہیں" +

"نہیں اماں۔ تم ہمیشہ مجھے بڑی پیاری رہو گی"۔ لائنل نے آہستہ سے کہا+
"تو اس وقت یہ سمجھتا ہے۔ مگر جب میرا حال سُنے گا۔۔۔ جب میرا حال سُنے گا"+
یہ کہ کر انہوں نے پھر اسے اپنے سینے سے لگا کر زور سے پیار کیا۔ اور گود میں اُٹھا کر ہلکے سے پلنگ پر ڈال دیا"۔ اچھا میری چڑیا اب پھر اپنے نرم نرم گھونسلے میں گھس جا"+

ان کی آنکھوں سے حسرت اور مایوسی ٹپک رہی تھی+ وہ بار بار مسکرانے کی کوشش کرتیں۔ مگر بے کار" چاند کی کرنیں سب تیرے مُنہ پر پڑتی ہیں۔ اور تیرا چہرہ میرے لعل۔ اس وقت کیسا لگ رہا ہے۔ ہائے تو کتنا زرد ہے"+

یہ کہتے ہی وہ گھُٹنے ٹیک کر زمین پر بیٹھ گئیں۔ دونوں بانہیں پلنگ پر ڈال کر سر اپنے اکلوتے بیٹے کی چھاتی پر ڈال دیا۔ اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں+ وہ اس وقت بالکل بے اختیار ہو کر خون کے آنسو بہا رہی تھیں+ بس یہ معلوم ہوتا تھا۔ کہ ان کا دل پگھل کر بہ نکلے گا+ لائنل بیچارے کو انہیں اس قدر اضطراب میں دیکھ کر اگرچہ وہ اس کا سبب تو نہ معلوم کر سکا تھا) بہت ہی رنج ہوا+ اس نے رُکتے رُکتے بہت ہلکے سے کہا۔ روؤ مت! ہائے روؤ مت اماں"+

مسز ویلسکورٹ اُٹھ کھڑی ہوئیں۔ اور جیب سے رومال نکال کر جس میں سے تر و تازہ پھولوں کی روح افزا خوشبو آ رہی تھی۔ آنکھیں پونچھنے لگیں+

"نہیں پیارے اب نہیں روؤں گی۔ یہ کہ کر ہنس پڑیں+

"معلوم نہیں مجھے رونا کیوں آتا ہے۔ اس وقت میں بہت خوش ہوں+ ایک دفعہ تو اپنی مرضی کروں گی۔۔۔۔ اس کے بعد کچھ ہی ہو مجھے پروا نہیں"+

پھر اپنے کپڑے ٹھیک کرنے لگیں۔ ان کے ہاتھ بید کی طرح کانپ رہے تھے۔ لائنل نے دیکھا کہ ان کی انگلیوں پر ہیرے بالکل اس طرح ہل رہے تھے۔ جیسے نازک پھولوں پر شبنم کے قطرے +

پھر بولیں "کچھ ہی ہو مجھے پروا نہیں۔ بالکل نہیں"+ لائنل نے پلنگ پر لیٹے ہوئے ان کے چہرے کی طرف دیکھا۔ جس سے کچھ ایسی باتیں نمایاں تھیں۔ جن کو وہ بالکل سمجھ نہ سکا۔ مگر کچھ قدرتاً یہ خیال آیا۔ کہ اگر میں اماں کو روکوں۔ تو شاید یہ کسی خطرے سے بچ جاویں+ اس نے بڑی منت کرکے کہا "آج مت جاؤ۔ اماں رات بھر تو ٹھیرو۔ کل چلی جانا۔ مجھے مت چھوڑ جاؤ میری اماں"+ اس نے اپنے دونوں دُبلے دُبلے بازو اُن کی طرف بڑھائے۔ اور خاموش پڑا ہوا ان کی طرف عاجزانہ نگاہوں سے دیکھتا رہا+

مسز ویلسکورٹ نے اس کے دونوں ہاتھ پیار سے پکڑ لئے "میرے پیارے اگر میرے دل ہوتا۔ تو میں تجھے کیوں چھوڑ جاتی؟ میں دل ہی نہیں رکھتی+ بہت برس ہوئے۔ تمہاری اماں بھی دل والی تھی۔ اور وہ دل بہت سی لہلہاتی امیدوں سے بھرا ہوا تھا+ میں بڑی جاہل تھی۔ یہاں تک۔ کہ مجھے خدا کی ہستی کا یقین تھا۔ مگر تمہیں معلوم ہے۔ کہ تمہارے ابا ایسے بے وقوف لوگوں سے کتنے ناراض ہوتے ہیں+ انہوں نے میرے بھی اس قسم کے تمام اعتقاد اُٹھا دیئے۔ اور مجھے سکھایا۔ کہ دنیا میں ہم کو صرف عزت کا خواہاں ہونا چاہئے۔ تم نہیں جانتے۔ کہ جب انسان کی زندگی کا مقصد عزت ہی عزت ہو۔ تو اسے زندگی کیسی وبال ہو جاتی ہے+ تم سمجھ نہیں سکتے۔ بچے ہو۔ میرے غریب لائنل میں تو تجھ سے اس طرح باتیں کرتی ہوں۔

جیسے تو کوئی بہت بڑا مرد ہے۔ صبح ہوتے تک میرا پیارا اپنے دل میں رکھنا۔ مجھے اس خیال سے خوشی ہوگی۔ کہ میرے بچے کو میرا پیار ہے"۔

لائنل ان کو زور سے چمٹ گیا۔ "اماں جی مت جاؤ"۔

"نہیں لائلی یہ نہیں ہوگا۔ اگر میں نہ گئی۔ تو پاگل ہو جاؤں گی۔ میں بالکل تنگ آگئی ہوں۔ اور مجھے تبدیل آب و ہوا کی ضرورت ہے"۔

"مگر تم بہت دن وہاں نہیں رہو گی"؟

"نہیں بہت دن نہیں"۔ بات بنا کر کہنے لگیں "دیکھو جب تمہارے ابا مجھے بلا دیں گے۔ میں آجاؤں گی۔ میرے لعل۔ لائلی پیارے مجھے کیوں اس طرح چمٹ گیا ہے؟ مجھے چوٹ لگتی ہے۔ میں یہ سہہ نہیں سکتی۔ بالکل سہہ نہیں سکتی"۔

یہ کہ کر وہ پھر رونے لگیں۔ اور زور سے لائنل کو الگ کر دیا۔ اس بیچارے نے گھبرا کر پوچھا "ایں اماں کیا واقعی چوٹ لگی"؟

"ہاں واقعی چوٹ لگی"۔ انہوں نے ہنس کر جواب دیا "تمہاری چھوٹی چھوٹی انگلیوں نے میرا دل مسل ڈالا۔ مگر مجھ میں تو دل ہی نہیں ہے۔ میں بھول گئی۔ خیر تم یہ مت بھولنا"۔

اتنے میں سڑک کے کنکروں پر گاڑی کے چلنے کی آواز آئی۔ یہ کان لگا کر سننے لگیں۔ چہرے سے وحشت برس رہی تھی۔ پھر لائنل کی طرف مخاطب ہوئیں "تو نے تواریخ میں انقلاب فرانس کا حال پڑھا ہوگا۔ تجھے معلوم ہوگا۔ کہ لوگوں کو قتل گاہ کی طرف لے جانے کے لئے گاڑیاں کس طرح آتی تھیں۔ میں نے بھی اس وقت اسی طرح گاڑی کی آواز سنی۔ اور میں اپنی مرضی سے قتل گاہ جاتی ہوں"۔

لائنل یہ سنتے ہی کچھ غیر معمولی ہمت سے کھڑا ہوگیا۔" نہیں اماں تم کیسے جاؤ گی۔ میں نہیں جانے دوں گا۔ اگر تم گئیں ۔ تو میں بھی ساتھ جاؤں گا۔ مجھے مت چھوڑ جاؤ"۔

مسز ویلسکورٹ نے ترشی سے جھڑک کر اسے زبردستی پلنگ پر لٹا دیا۔ اور کہا "تم بڑے ہی شریر ہو۔ میں ناحق تمہارے پاس آئی۔ بس چپکے پڑے رہو۔ اور خبردار پھر نہ اُٹھنا"۔ لائنل نے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے اپنا مُنہ چھپا لیا۔ وہی پرانا تکلیف دہ خیال۔ کہ میں کسی کو بھی عزیز نہیں۔ اسے پھر ستانے لگا۔ مگر لمحہ بھر بعد ہی اس کی ماں پشیمان ہو کر پھر آئیں۔ اور جھک کر کہنے لگیں "میرے لعل مجھے معاف کرا۔ کیا تو خفا ہوگیا؟ آمیں پھر ایک دفعہ تجھے گلے سے لگاؤں"۔

یہ بلنگ سے اُٹھا۔ اور اپنے بازو ان کی گردن میں ڈال دئے۔ وہ بڑی بے تابی سے اسے پیار کرتی رہیں۔ چاند کی شعاعیں ان دونوں ماں بیٹوں کے چہروں پر پڑ رہی تھیں۔ ایک کے مُنہ سے محبت اور پاکیزگی عیاں تھی۔ دوسرے چہرہ سے غم۔ غصّہ۔ پریشانی اور وحشت برس رہی تھی۔ مسز ویلسکورٹ نے اب آخری دفعہ اپنے پیارے بیٹے کی پیشانی کو چوما۔ اور دعائیں دیں "تو جی میرے لعل۔ صبح ہوتے تک میرا پیار اپنے دل میں رکھیو"۔

یہ کہتے ہی وہ جلدی سے الگ ہوگئیں۔ اور دم بھر میں کمرے سے باہر۔ لائنل بیچارہ تھوڑی دیر اپنے پلنگ میں پڑا ہوا کانپتا رہا۔ پھر کسی خیال سے اُٹھ کر جلدی جلدی بھاگا۔ اور سیٹر مصیول پر جا کر کھڑا ہوگیا۔

چاروں طرف سنسان میدان پڑا تھا۔ کوئی ذی روح۔ کوئی طائر تک نظر نہ آتا

تھا۔ اس نے آہستہ سے "اماں" کہ کر پکارا۔ ایک دروازہ کھلنے کی آواز آئی "۔ اماں" اس نے پھر کہا۔ یہ کمزور دھیمی آواز ہوا کے شور و غل میں سنائی بھی نہ دی۔ مگر اس نے غور سے کان لگا کر سننا شروع کیا۔ تو سڑک پر گھوڑے کے قدموں اور گاڑی کے پہیوں کی آواز آئی۔ یہ دوڑ کر اپنے کمرے کی کھڑکی کے پاس پہنچا۔ اور باہر دیکھنے لگا۔ چاندنی پوری کھلی ہوئی تھی۔ سب چیز چمک رہی تھی۔ اور دور دور تک ہر چیز نظر آتی تھی۔ مگر کسی ذی روح کا نشان تک دکھائی نہ دیا۔ ہوا بہت سرد تھی۔ ٹھنڈک سے اس کا کمزور جسم کانپنے لگا۔ مگر انتہائے غم میں اس نے محسوس بھی نہ کیا۔ پھر تاروں بھرے نیلگوں آسمان کی طرف نظر کی۔ اس کے سامنے ہی ایک روشن تارا چمک رہا تھا۔ ہوا درختوں کے پتوں کو ہلا رہی تھی۔ اتو دردناک آواز سے بولتے جاتے تھے۔ اور چمگادڑ ٹہنیوں کے تلے ادھر ادھر پھر رہے تھے۔ لائنل نے پھر دردناک آواز سے کہا۔ "اماں! میری اماں"! پھر آنسوؤں کی جھڑی نے اس کی نظر مدھم کر دی۔ اور راستہ ٹٹول کر یہ بیچارہ معصوم افسردہ دل بچہ پلنگ پر جا لیٹا۔ اور روتے روتے سو گیا۔

ویلسکورٹ اور پروفیسر کی سیر سے واپسی

دوسرے دن تکان اور انتہائے غم کے آثار لائنل کے چہرہ پر نمایاں تھے۔ اس کا منہ اترا ہوا اور زرد تھا۔ مگر چونکہ اسے اپنے جذبات اور خیالات کو ضبط کرنے کی شروع ہی سے عادت تھی۔ اس نے کسی سے کسی قسم کی شکایت نہ کی۔ تو سی اس کے لئے کھانا لائی۔ اور کہنے لگی :-

"تمہاری اماں کل رات کو آئیں۔ اور چلی گئیں۔ تمہارا اس بارے میں کیا خیال ہے؟"

"میرا کوئی خیال نہیں۔ مجھے ان باتوں سے کیا مطلب"؟
لوسی سوچنے لگی۔ کیا میرا فرض ہے۔ کہ میں اس بچے کو اس کی ماں کے فعل سے آگاہ کردوں۔ اور بتادوں۔ کہ ان کی نسبت نہ صرف تمام نوکروں ہی میں۔ بلکہ سارے گاؤں میں کیا بات مشہور ہوگئی ہے + پھر دل میں کہا "نہیں۔ مجھ سے نہیں ہوگا۔ کیسا کم زور اور نازک بچہ ہے۔ سُن کر سہم جائے گا۔ اور کیا تعجب ہے۔ کہ یہ اس کے صحیح معنے سمجھ بھی نہ سکے + میں اسے یہ باتیں بتاکر بے چین کردوں۔ اس سے مجھے کیا حاصل"؟ پھر لائنل سے گویا ہوئی "تمہارے ابا اور پروفیسر تو آج شام کو آجائیں گے"؟

"ہاں.... شاید"۔ لائنل نے بے رُخی سے جواب دیا +

"مجھے تو لنٹن کچھ بہت پسند نہیں۔ اب وہاں ٹریم کار کا راستہ نکل آیا ہے۔ مگر وہ اس کی خوب صورتی کو کسی طرح نہیں بڑھاتا۔ وہ جگہ کچھ بہت قابل دید نہیں ہے"۔ لوسی یہ کہتے ہوئے رُک گئی۔ اور پھر سوچ کر بولی "تمہارے ابا کی دفتر کی میز پر تمہاری اماں کے ہاتھ کا لکھا ہوا ایک خط پڑا ہے" +

لائنل نے اس کی کسی بات کا کچھ جواب نہ دیا۔ اور گردن جھکائے کھانا کھاتا رہا۔ لوسی مایوس ہوکر باہر چلی گئی۔ اس کے جاتے ہی لائنل نے تشتری سامنے سے اٹھادی۔ اور اپنے خیالات میں غرق ہوگیا +

آدھی رات کو مسز ویلسکورٹ کا اس کے پاس آنا۔ ان کے چہرے کے عجیب آثار۔ ان کے نرالے الفاظ۔ ان کا غیر معمولی محبت سے اسے بار بار لپٹ جانا۔ اسے اب بالکل ایک خواب کا سا منظر معلوم ہوا + وہ زیادہ دیر اس سین کو خیال میں رکھنے

کی جرات نہ کرسکا۔ کیونکہ یہ واقعات یاد آتے ہی اسے کچھ فطرۃً خیال آتا۔ کہ خاص میرے لئے اس میں کوئی بات بڑی ہی دردانگیز۔ بڑی ہی ڈراؤنی۔ اور بالکل تباہ کن واقع ہو گئی ہے۔ دھیان ہٹانے کے لئے اس نے حسب معمول اپنی کتابیں لیں۔ اور پڑھنے لگا۔ پہلے ایک لاطینی نظم کا انگریزی میں ترجمہ کیا۔ کچھ دیر تواریخ کے اوراق پر نظر ڈالی۔ اور بعد میں ایک دقیق سوال حل کر رہا تھا۔ کہ اس کے کان میں گاڑی کے بگل کی آواز پڑی۔ اور اس نے دیکھا۔ کہ لنٹن کی گاڑی جس میں اس کے ابا اور پروفیسر آرہے تھے۔ بالکل مکان کے قریب آگئی ہے۔

بہت تھوڑی دیر کے بعد یہ دونوں پھاٹک کے اندر داخل ہو کر جلدی جلدی قدم بڑھاتے ہوئے نظر آئے۔ اب یہ اپنا دھیان کتابوں میں نہ لگا سکا۔ اس کا کمزور ننھا دل دھڑکنے لگا۔ اور اسے خیال آیا۔ کہ اب مجھے کوئی بڑی ہی بھیانک خبر سننے کو تیار ہو جانا چاہئے۔ مگر وہ خبر کیا ہو سکتی ہے۔ یہ بالکل اندازہ نہ کرسکا۔

نیچے سے زور کی گھنٹی بجنے کی آواز آئی۔ یہ سہم کر اٹھ کھڑا ہوا۔ اور دیکھنے لگا۔ کہ معاملہ کیا ہے۔ کہ یکایک اس کے باپ کی کرخت آواز غصے سے کانپتی ہوئی یہ کہتی سنائی دی "لائنل۔ لائنل۔ اسے کہاں گیا۔ کہیں وہ بھی توماں کی طرح ...."

فقرہ ختم نہ کرنے پائے تھے۔ کہ لائنل جلدی سے نیچے پہنچا۔ اور گھبرائی ہوئی دھیمی آواز میں بولا "میں یہ کھڑا ہوں۔ ابا جان"۔

وہ خوف زدہ ہو کر اپنے باپ کا بھیانک چہرہ دیکھنے لگا۔ اور سمجھا۔ کہ شاید یہ بالکل پاگل ہو گئے ہیں۔ ان کی دونوں آنکھیں انگاروں کی طرح چمک رہی تھیں۔ چہرہ بے طرح سرخ تھا۔ وہ جوش میں دانت پیس رہے تھے۔ مجسم غصے کی تصویر بالکل

ایک دیوزاد دکھائی دیتے تھے۔

ان کی نگاہ جیسے ہی اپنے معصوم بچے پر پڑی۔ انہوں نے تیوری چڑھا کر نہایت کرخت آواز میں کہا۔

"اچھا تم یہ کھڑے ہو۔ کیا تم ..... کل اپنی ماں سے ملے تھے"؟

"جی ہاں"..... لائنل نے نہایت آہستہ سے کہا "میں سو رہا تھا۔ انہوں نے مجھے آکر جگایا۔ اور کہا۔ کہ میں تجھ سے رخصت ہونے آئی ہوں"۔

مسٹر ویلسکورٹ نے اس کمزور دبلی پتلی شکل کو نہایت حقارت سے دیکھا۔ "رخصت ہونے آئی ہوں"۔ بس اتنا ہی یا کچھ اور بھی کہا تھا۔ سب کہو"۔

لائنل خوف سے کانپنے لگا۔ اور رکتے رکتے بولا۔ "انہوں نے کہا ..... انہوں نے کہا تھا۔ کہ میں اپنے ایک دوست کے پاس جاتی ہوں۔ جو میرا جی بہلا سکے گا ..... اور انہوں نے کہا۔ کہ وہ یہاں اب خوش نہیں رہتیں۔ اور کچھ تبدیلی چاہتی ہیں۔ یہ بھی کہتی تھیں۔ کہ میں بہت دن الگ ہی رہوں گی۔ انہوں نے مجھے پیار کیا تھا۔ اور گلے مل کر کتنا ہی روئی تھیں۔ ابا جان۔ وہ کب آئیں گی؟ انہیں کیا ہوا؟ مجھے بتا دیجئے"

اتنا کہتے ہی لائنل کا سر چکرانے لگا۔ آنکھوں کے آگے اندھیرا سا آگیا۔ اور یہ آگے کچھ نہ کہ سکا۔

"ہاں میں تم کو سب سچ بتاؤں گا۔ تمہاری ماں نہایت بری عورت ہے۔ اس کا نام میرے لئے اور تمہارے لئے ذلت کا باعث ہے۔ اس کی ہستی میری اور تمہاری دونوں کی رسوائی ہے۔ تمہیں معلوم ہے۔ کہ کس قسم کی عورتیں رات کے وقت غیر شخصوں کے ساتھ چوروں کی طرح گھر سے نکل جاتی ہیں؟ اگر تمہیں نہیں معلوم تو

کی جُرات نہ کر سکا۔ کیونکہ یہ واقعات یاد آتے ہی اسے کچھ فطرۃً خیال آتا۔ کہ خاص میرے لئے اس میں کوئی بات بڑی ہی دردانگیز۔ بڑی ہی ڈراؤنی۔ اور بالکل تباہ کن واقع ہو گئی ہے۔ دھیان ہٹانے کے لئے اس نے حسب معمول اپنی کتابیں لیں۔ اور پڑھنے لگا۔ پہلے ایک لاطینی نظم کا انگریزی میں ترجمہ کیا۔ کچھ دیر تواریخ کے اوراق پر نظر ڈالی۔ اور بعد میں ایک دقیق سوال حل کر رہا تھا۔ کہ اس کے کان میں گاڑی کے بگل کی آواز پڑی۔ اور اس نے دیکھا۔ کہ لنٹن کی گاڑی جس میں اس کے ابا اور پروفیسر آرہے تھے۔ بالکل مکان کے قریب آگئی ہے۔

بہت تھوڑی دیر کے بعد یہ دونوں پھاٹک کے اندر داخل ہو کر جلدی جلدی قدم بڑھاتے ہوئے نظر آئے۔ اب یہ اپنا دھیان کتابوں میں نہ لگا سکا۔ اس کا کمزور ننھا دل دھڑکنے لگا۔ اور اسے خیال آیا۔ کہ اب مجھے کوئی بڑی ہی بھیانک خبر سننے کو تیار ہو جانا چاہئے۔ مگر وہ خبر کیا ہو سکتی ہے۔ یہ بالکل اندازہ نہ کر سکا۔

نیچے سے زور کی گھنٹی بجنے کی آواز آئی۔ یہ سہم کر اُٹھ کھڑا ہوا۔ اور دیکھنے لگا۔ کہ معاملہ کیا ہے۔ کہ یکایک اس کے باپ کی کرخت آواز غُصّے سے کانپتی ہوئی یہ کہتی سُنائی دی "لائنل۔ لائنل۔ اسے کہاں گیا۔ کہیں وہ بھی تو ماں کی طرح ...."

فقرہ ختم نہ کرنے پائے تھے۔ کہ لائنل جلدی سے نیچے پہنچا۔ اور گھبرائی ہوئی دھیمی آواز میں بولا "میں یہ کھڑا ہوں۔ ابا جان"۔

وہ خوف زدہ ہو کر اپنے باپ کا بھیانک چہرہ دیکھنے لگا۔ اور سمجھا۔ کہ شاید یہ بالکل پاگل ہو گئے ہیں۔ ان کی دونوں آنکھیں انگاروں کی طرح چمک رہی تھیں۔ چہرہ بے طرح سُرخ تھا۔ وہ جوش میں دانت پیس رہے تھے۔ مجسم غُصّے کی تصویر بالکل

ایک دیوزاد دکھائی دیتے تھے۔

ان کی نگاہ جیسے ہی اپنے معصوم بچے پر پڑی۔ انہوں نے تیوری چڑھا کر نہایت کرخت آواز میں کہا:-

"اچھا تم یہ کھڑے ہو۔ کیا تم .... کل اپنی ماں سے ملے تھے"؟

"جی ہاں"..... لائنل نے نہایت آہستہ سے کہا۔ "میں سو رہا تھا۔ انہوں نے مجھے آکر جگایا۔ اور کہا۔ کہ میں تجھ سے رخصت ہونے آئی ہوں"۔

مسٹر ویلیسکورٹ نے اس کمزور دُبلی پتلی شکل کو نہایت حقارت سے دیکھا۔"رخصت ہونے آئی ہوں۔ بس اتنا ہی یا کچھ اَور بھی کہا تھا۔ سب کہو"۔

لائنل خوف سے کانپنے لگا۔ اور رُکتے رُکتے بولا۔"انہوں نے کہا .... انہوں نے کہا تھا۔ کہ میں اپنے ایک دوست کے پاس جاتی ہوں۔ جو میرا جی بہلا سکے گا .... اور انہوں نے کہا۔ کہ وہ یہاں اب خوش نہیں رہتیں۔ اور کچھ تبدیلی چاہتی ہیں۔ یہ بھی کہتی تھیں۔ کہ میں بہت دن الگ ہی رہوں گی۔ انہوں نے مجھے پیار کیا تھا اور گلے مل کر کتنا ہی روئی تھیں۔ ابا جان۔ وہ کب آئیں گی؟ انہیں کیا ہوا؟ مجھے بتا دیجئے"۔

اتنا کہتے ہی لائنل کا سر چکرانے لگا۔ آنکھوں کے آگے اندھیرا سا آگیا۔ اور یہ آگے کچھ نہ کہ سکا۔

"ہاں میں تم کو سب سچ بتاؤں گا۔ تمہاری ماں نہایت بُری عورت ہے۔ اس کا نام میرے لئے اور تمہارے لئے ذلت کا باعث ہے۔ اس کی ہستی میری اور تمہاری دونوں کی رسوائی ہے۔ تمہیں معلوم ہے۔ کہ کس قسم کی عورتیں رات کے وقت غیر شخصوں کے ساتھ چوروں کی طرح گھر سے نکل جاتی ہیں؟ اگر تمہیں نہیں معلوم۔ تو

اب سنو۔ کیونکہ تمہاری ماں نے یہی فعل کیا ہے۔ اور وہ کم بخت جس کے ساتھ بھاگی ہے سرچارلس لیلس ہے۔ اب وہ کبھی واپس نہیں آئے گی۔ اس نے میری عزت برباد کی۔ اور اپنی خاک میں ملائی ہے + اس وقت سے کبھی اس کا ذکر مت کرنا۔ اس کا خیال ہی چھوڑ دو۔ یاد رکھو۔ کہ آج تمہاری ماں مرگئی ہے"+

لائنل نے دونوں کانپتے ہاتھوں سے چکراتے ہوئے سر کو سہارا دیا۔ اس نے کچھ کہنے کی کوشش کی۔ مگر بول نہ سکا۔ صرف درد آمیز نگاہوں سے پروفیسر کی طرف دیکھنے لگا + بوڑھے عالم کے جھریاں پڑے ہوئے چہرے پر ایک دھندلی سی جھلک رحم کی نظر آئی۔ مگر اس وقت لائنل پر اپنے والد ماجد کے بھیانک چہرے اور ڈراونے الفاظ کا اس قدر ڈر غالب آیا ہوا تھا۔ کہ اس کی آنکھوں کے آگے اُور ہر اک چیز مدھم پڑ گئی تھی +

مسٹر ویلسکورٹ پھر بڑی بے رحمی سے کہنے لگے"۔ تمہیں معلوم ہے۔ کسی عورت کے گناہ میں زندگی بسر کرنے کے کیا معنی ہیں؟ تم نے تواریخوں میں پڑھا ہوگا۔ کہ کس طرح بعض لوگ بُری اور بدنام زندگی بسر کرنے سے مرجانا بہتر سمجھتے ہیں + تمہاری ماں ایسی نہیں۔ وہ نہایت ہی بُری عورت ہے۔ اس کو اپنی بُری عادتوں پر ہی فخر ہے۔ اپنی خود غرضی میں اس نے نہ میرا خیال کیا۔ نہ تمہارا + اگر وہ آج سے دو تین سو سال پہلے پیدا ہوئی ہوتی۔ تو زندہ جلادی جاتی۔ یا اس کی کھال کھنچوادی جاتی۔ اور وہ یقیناً ان سزاؤں کی مستحق ہوتی"+

یہ کہتے ہوئے مسٹر ویلسکورٹ نے دائیں ہاتھ کی مٹھی زور سے بند کرلی۔ شاید اس وقت وہ حقیقت میں نہیں تو تصور میں ہی اپنی گنہ گار اور غلطی کرنے والی بی بی

کی کھال کھینچ ڈالنے کو تیار تھے +

جب تم بڑے ہو گے۔ تو تم کو اس خیال سے شرم آئے گی۔ کہ وہ تمہاری ماں ہے۔ وہ .....“

مگر اب لائنل سے رہا نہ گیا۔ اس نے ڈرتے ڈرتے اپنا ننھا ہاتھ اپنے باپ کے زور آور بازو پر رکھ دیا۔ اور بڑی منت کر کے بولا ”نہیں ابا... یہ مت کہو۔ مجھے وہ بڑی پیاری ہیں .... میں یہ سہہ نہیں سکتا + وہ کل ہی میرے پاس آئی تھیں۔ اور گلے مل کر انہوں نے مجھے کس طرح پیار کیا تھا۔ میں ہرگز نہیں بھولوں گا .... امّاں .... میری امّاں “+

یہ بے جوڑ الفاظ کہتے ہوئے۔ اس نے دیکھا۔ کہ مسٹر ولبیکورٹ غضب ناک نگاہوں سے اس کی طرف دیکھ رہے تھے۔ اتنے میں اس نے پروفیسر گاڈمینگور کو کہتے سُنا۔ آپ بہت کچھ کہہ چکے۔ بس اب جانے دیں +

پھر خدا جانے اسے کیا خیال آیا۔ کہ لائنل زور سے بھاگا۔ اور معلوم نہیں۔ دوڑتے دوڑتے وہ کدھر نکل گیا + راستے کی چیزیں اس کو دھندلی دکھائی دیتی تھیں۔ لوگوں کی آوازیں اس کے کان میں پڑتی تو تھیں۔ مگر یہ سمجھ نہ سکتا تھا۔ کہ کیا کہتے ہیں + سڑک پر بہت سے اجنبی چہروں میں سے ایک کو اس نے پہچانا۔ یہ صورت اس نے جس روز سے مسٹر منٹروز کو وداع کیا تھا۔ پھر نہ دیکھی تھی۔ مگر اب نگاہ پڑتے ہی یہ اس کی طرف بھاگا +

ایں مس ہین یہ سچ نہیں [illegible] میری امّاں ہمیشہ کو نہیں گئی ہیں۔ نہیں۔ نہیں ان کو میرا بڑا پیار ہے۔ وہ کس طرح مجھ سے جدا رہ سکینگی؟

اچھی مس بین مجھے سچ بتادو۔ لوگ ان کو بُرا کہتے ہیں۔ کیا تم بھی ان کو بُرا سمجھتی ہو؟+

کلیرنڈا کا محبت بھرا نرم دل اسی وقت بھر آیا۔ ایک لمحے بھر میں اس نے بچے کی حالت کا بخوبی اندازہ کرلیا۔ لائنل کی تنہائی۔ اس کی مصیبت اور اس کی لاوارث حالت کے دردانگیز خیال نے اُسے غیر معمولی محبت سے اس کی طرف رجوع کیا+ بغیر ایک لفظ کہے۔ اس نے اپنے بازو لائنل کی طرف بڑھادئے۔ دم بھر میں لائنل نے اس کی افسردہ مگر محبت بھری رحم آمیز نگاہ سے اپنے سوال کا جواب پالیا۔ اور اس کو ایسا معلوم ہوا۔ کہ گویا آسمان زمین اور گرد و نواح کی سب چیزیں اس کے اردگرد گھومنے لگی ہیں+ اس نے مشکل سے ایک قدم آگے بڑھایا۔ اور اس کے قدموں پر گر پڑا+

لائنل کی بیماری

"تبدیل آب و ہوا سے فایدہ ہوگا۔ تھوڑے دن کو کہیں باہر لے جائیے"۔ گاؤں کے سب سے حاذق ڈاکٹر نے لائنل کی نبض دیکھ کر کہا+ "اس کے دل پر صدمہ کا بہت گہرا اثر پڑا ہے۔ اس قسم کی خانگی تکالیف ناقابل برداشت ہوتی ہیں+ مجھے آپ سے دلی ہمدردی ہے"۔ مسٹر ویسکورٹ کی طرف مخاطب ہوکر جو اس وقت لائنل کے پلنگ کے پاس بڑی عجیب صورت بنائے کھڑے تھے۔ ڈاکٹر ہارٹلی کہتے رہے+

مسٹر ویسکورٹ کو خبر پہنچی تھی۔ کہ ایک غریب دہقان عورت لائنل کو گود میں اُٹھائے ہوئے آئی تھی۔ جس نے بعض نوکروں کے سامنے ان سے اظہار ہمدردی کیا۔ اور لائنل کی نسبت تو یہاں تک کہا۔ کہ "خدا بیچارے بن ماں کے بچے کا نگہبان ہو۔ اس کی اس گستاخی کی تلافی کسی طرح نہ ہوسکتی تھی۔ چنانچہ انہوں نے فوراً نوکروں

کو حکم دیا۔ کہ وہ اس دن کے بعد ہرگز مکان میں نہ آنے پاوے +

اس کے بعد ڈاکٹر صاحب کے مکان پر آدمی بھیجے۔ اور وہ دم بھر میں ان کو لے کر آئے + تھوڑی ہی دیر میں یہ لائنل کو جو اُن کے آنے تک بے ہوش پڑا تھا ہوش میں لے آئے۔ اور وہ آنکھیں کھول کر کم زور نگاہوں سے دیکھنے اور سوچنے لگا۔ کہ مجھے کیا ہوا تھا۔ اور میں کہاں پڑا ہوں؟ ڈاکٹر صاحب نے پھر کچھ سوچ کر اور آہستہ سے لائنل کی پلک اُٹھا کر آنکھیں غور سے دیکھنے کے بعد کہا "جس قدر جلدی ہو سکے۔ اسے یہاں سے لے جائیے"+

مسٹر ویلسکورٹ نے ذرا تندی سے جواب دیا +

"میرا جانا تو ممکن ہی نہیں۔ میں ان دنوں بہت مصروف ہوں۔ اس کے علاوہ اس کی تعلیم میں بھی بہت ہرج ہوگا"+

ڈاکٹر صاحب نے حیرت سے ان کی طرف نگاہ کی۔ اور کہا "آپ مالک ہیں۔ جو مناسب سمجھیں کریں۔ مگر میرا بھی یہ کہ دینا فرض ہے۔ کہ اگر یہ فوراً کسی دوسری جگہ نہ بھیجا گیا۔ تو بڑے خطرناک نتیجے پیدا ہوں گے۔ اور اس کا جسم اتنا قوی معلوم نہیں ہوتا۔ کہ کسی سخت بیماری کو برداشت کر سکے۔ اور تعلیم کا تو آج کل ذکر ہی کیا"+

مسٹر ویلسکورٹ چیں بہ جبیں ہو کر دیکھنے لگے۔ ان کو یہ سنتے ہی ڈاکٹر سے کچھ نفرت سی ہو گئی + انہیں خیال آیا۔ کہ لو ایک اَور نیم وحشی سے پالا پڑا۔ جس کے خیالات ایسے ہی دقیانوسی ہیں۔ جیسے ولیم مونٹروز کے تھے + پھر کچھ غور کر کے بولے +

"شاید پروفیسر کیڈمنگور جانے پر راضی ہو سکیں"+

ڈاکٹر نے لائنل کی پیشانی پر ہاتھ رکھ کر بڑی مہربانی اور آہستہ سے اس کے بال پیچھے کر کے کہا۔ "وہ کون ہیں"؟

مسٹر ویلسکورٹ ان کی طرف حیرت سے دیکھنے لگے۔ پھر کچھ حقارت سے ہنسے اور بولے۔ "پروفیسر کیڈمنگور زمانے کے بہت بڑے عالموں میں سے ہیں۔ ان کا شہرہ عام ہو چکا ہے۔ مجھے خیال تھا۔ کہ شاید اس طرف بھی مہذب لوگ ان کے نام سے واقف ہیں۔ وہ بہت سی سائنس کی کتابیں تصنیف کر چکے ہیں۔ نوجوانوں کی عادات و خصایل سنوارنے اور ان کی دماغی قابلیت بڑھانے میں ان کو کمال حاصل ہے۔ وہ کبھی اتنے چھوٹے بچے کی نگرانی اپنے ذمہ نہیں لیتے۔ مگر میرے اوپر خاص مہربانی ہے۔ کہ آج کل وہ یہاں آئے ہیں۔ ممکن ہے۔ کہ وہ اس کے ساتھ جانے کو تیار ہو جائیں۔ بشرطیکہ تبدیلِ آب و ہوا واقعی ایسی ضروری ہو۔ جیسا کہ آپ نے بیان کیا ہے"۔

"جی ہاں۔ میں تو اس کو اشد ضروری جانتا ہوں۔ بہت دور مت لے جایئے۔ کیونکہ سفر کا تکان مضر ہوگا۔ کلوولی چلا جانا بہتر ہے۔ وہاں یہ تھوڑے دن رہیں۔ اور خوب کھیلیں۔ کودیں۔ خدا نے چاہا۔ تو بہت جلد افاقہ ہوگا۔ اور میری رائے میں تو آج ہی تھوڑی دور کم سے کم الفریکیبوتک ضرور بھیج دیں۔ آپ خود تو جا نہیں سکتے"؟

"نہیں یہ ناممکن ہے۔ مجھے فوراً لندن جانا ہے۔ وہاں وکیلوں . . . . سے مشورہ کرنا ہوگا"۔ "بے شک . . . . بے شک"۔ ڈاکٹر صاحب نے متانت سے کہا۔ "اچھا۔ تو میں بچے کے اُستاد سے مل سکتا ہوں۔ مجھے ان سے بھی کچھ کہنا ہے"۔

"ضرور . . . . ضرور آئیے۔ میں آپ کو ان سے ملا دوں"۔

ڈاکٹر نے ایک نظر کمرے کے چاروں طرف ڈالی۔ یہ لائنل کی خواب گاہ تھا۔

کھڑکی بند تھی۔ انہوں نے اسے کھول دیا۔ اور بولے +

" تازہ ہوا۔ مقوی غذا۔ اور کامل آرام کی لڑکے کو ضرورت ہے۔ اور اس کا جی ہر وقت خوش رکھنا چاہیئے۔ اکیلا مت رہنے دیں۔ کسی نوکر کو بھیج دیں۔ کہ اس کا جی بہلائے"

"لوسی کو بھجوا دیجئے"۔ لائنل نے کمزور اور دھیمی آواز سے کہا +

ڈاکٹر ہارٹلی بڑی شفقت سے اس کی طرف جھکے "کس کو بھجوا دوں"؟

"لوسی کو۔ وہ ہماری نوکر ہے۔ اور بڑی اچھی لڑکی ہے۔ مجھے بڑی پسند ہے" +

ڈاکٹر ہارٹلی مسکرائے "اچھا وہ ابھی تمہارے پاس پہنچ جائے گی۔ تم اطمینان رکھو۔ اب تمہارا جی کیسا ہے"؟

"پہلے سے بہت اچھا ہوں .... مگر مجھے باتیں بھولتی نہیں ہیں .... میں جلدی کچھ نہیں بھول جاتا" ڈاکٹر نے اس کا کچھ جواب نہ دیا۔ صرف جھک کر اپنے ننھے مریض کے تکیوں کی سلوٹ نکالی۔ اور ان کو زیادہ اچھی طرح اس کے سر کے نیچے لگا دیا۔ پھر مسٹر ویلسکورٹ کی طرف مڑے۔ اور پروفیسر کیڈمنگور سے ملنے کو کمرے کے باہر نکل گئے +

جب لوسی دبے پاؤں آہستہ سے دروازہ کھول کر لائنل کے پاس آئی۔ تو اس نے دیکھا۔ کہ یہ معصوم افسردہ دل بچہ غافل سو رہا تھا۔ مگر آنسوؤں کے نشان ابھی تک اس کے رخساروں پر باقی تھے۔ اور چہرے سے ایسی حسرت ٹپکتی تھی۔ کہ اس بیچاری نرم دل عورت سے نہ رہا گیا + اس نے اپنا رومال نکالا۔ اور منہ چھپا کر دیر تک زار زار روتی رہی۔ اور دل میں کہنے لگی۔ کہ ایسے پیارے چھوٹے سے بچے کو ہمیشہ کے لئے چھوڑ دینا ان کو (یعنی اس کی مالکہ کو) کیسے گوارا ہوا۔ وہ کیسا پتھر کا دل رکھتی ہیں + اپنے گھر بار

باشوہر کو چھوڑ جانا تو چنداں تعجب انگیز نہیں۔ مگر اپنے حقیقی اکلوتے بیٹے کو خصوصاً اتنے چھوٹے بچے کو اس طرح ہمیشہ کو چھوڑ دینا۔ واقعی بڑی ہی بُری طبیعت کی ماں کا کام ہے +

بیچاری لوسی کو آج کل کے نئے مذہب اور اس کے نئے اخلاقی اصولوں کا کوئی حال معلوم نہ تھا۔ اگر وہ ان سے آگاہ ہوتی۔ تو شاید وہ مسز ویلسکورٹ کے اس فعل کو ایک نہایت عمدہ مثال نیکی اور پاک دامنی کی خیال کرتی۔ مگر اس کے تو وہی جاہلانہ خیالات تھے۔ وہ ماں کے فرایض کو بڑا اہم خیال کرتی۔ اور سمجھتی تھی۔ کہ محبت مادری قدرت کاملہ کا ایک سب سے پہلا قانون ہے + وہ اس پہلو سے نگاہ ڈال رہی تھی۔ کہ اسے اپنی مالکہ کا یہ فعل پر معصیت معلوم ہوا + شاید اگر جاہل نہ ہوتی۔ تو کچھ اَور خیال کرتی +

اسی اثنا میں ڈاکٹر ہارٹلی کو عالم پروفیسر کیڈمنگور سے مصافحہ کرنے کی عزت حاصل ہوئی۔ مگر تعجب ہے۔ کہ انہوں نے اس میں اتنی عزت افزائی نہ سمجھی۔ جتنی مسٹر ویلسکورٹ کا خیال تھا۔ بلکہ یہاں تک جُرات کی۔ کہ ان سے کوئی پندرہ منٹ علیحدہ بات چیت کرنے کی اجازت چاہی + مسٹر ویلسکورٹ کچھ چڑ کر باہر نکل گئے۔ اور ذرا سی دیر بعد ڈاکٹر صاحب گھر تشریف لے گئے +

لائنل دیر تک غافل سویا رہا + سہ پہر کا وقت تھا۔ چار بجنے کو تھے۔ کہ لوسی نے آکر آہستہ سے جگایا۔ اور تھوڑا سا شُوربا پلا دیا۔ وہ بڑی کوشش سے بنا کر لائی تھی چنانچہ لائنل کو یہ بڑا مزے دار معلوم ہوا +

"تم نے بڑا اچھا شُوربا بنایا ہے۔ کیا اس میں کوئی نئی چیز ڈالی ہے" + لائنل نے

پوچھا +

یہ فقرہ سُنتے ہی لوسی کی آنکھیں بھر بھر آئیں۔ اور ٹالنے کو بولی " مجھے کچھ زکام ہو رہا ہے۔ ماسٹر لائنل یہ مکان بڑا مرطوب ہے۔ اور دیکھو تمہیں ایک نئی بات سناؤں تمہیں وہ فقیر یاد ہے۔ جسے دیکھ کر تم ڈر گئے تھے۔ آج وہ تمہارے لئے بہت سے پھول دے گیا ہے۔ (ہاتھ سے اشارہ کر کے) وہ رکھے ہیں۔ بڑے اچھے تازہ پھول ہیں۔ مس پین کو اس نے تمہیں گود میں لاتے دیکھا تھا۔ وہ بے وقوف کچھ کا کچھ سمجھ گیا + وہ بڑی دیر تک مجھے پکارتا رہا۔ میں سمجھی نہیں۔ پھر غور کیا۔ تو سُنا۔ کہ چھوٹے بچے کے لئے ہیں "+

لائنل ہنسا۔ ارے وہ سمجھا ہو گا۔ کہ میں مر گیا ہوں۔ اور اس لئے پھول لایا ہو گا +

" بیچارہ فقیر اس کی صورت تو بڑی ڈراونی ہے۔ مگر دل کا اچھا ہے۔ اور صورت کو وہ کیا کرے "+

لوسی نے تائید کی " ہاں وہ غریب کیا کرے۔ اور پھر ہمارے اللہ میاں ہماری صورت کا خیال نہیں کرتے۔ دل کا ہی کرتے ہیں "+

یہ سُنتے ہی لائنل کے دل پر رنج والم کی گھٹا چھا گئی + اسے فوراً اپنی ماں کا خیال آیا + کیا واقعی اللہ میاں ہیں۔ جو ان کے بھی نگہبان ہوں گے۔ یا حضرت ذرّہ عظیم دنیا کے مالک ہیں۔ جن کو کسی بات کی تمیز نہیں۔ نہ کسی کی زندگی اور موت کی پروا ہے۔ نہ کسی کی خوشی اور غم کی + اے کاش! واقعی ہمارا مالک رحم دل اور خطاؤں سے درگزر کرنے والا خدا ہوتا۔ تو میں یہ گھٹنے ٹیکتا۔ اور بارگاہ الٰہی میں ہاتھ جوڑ کر نہایت خضوع و خشوع سے دعا مانگتا۔ کہ یا رحیم۔ میری بچھڑی ہوئی۔ گنہ گار۔ افسردہ دل۔ مگر پیاری اور خوبصورت

ماں کا نگہبان ہونا۔ اور ایک دن ایسا بھی لانا۔ کہ میں پھر ان سے مل سکوں +

مگر اس کو دیر تک ان باتوں پر غور کرنے کی فرصت نہ تھی۔ کیونکہ لوسی جلدی جلدی اسے سفر کے کپڑے پہنا رہی تھی +

لائنل تبدیل آب و ہوا کے لئے جاتا ہے

لائنل بڑی کوشش کر کے اپنی دُبلی کمزور ٹانگوں کے سہارے کھڑا ہوا ہی تھا۔ کہ سامنے دیکھا۔ کہ پروفیسر کیڈ منگور بہت سے گرم کپڑوں میں لپٹے ہوئے دہلیز کے پاس کھڑے ہیں۔ مگر ان کے چہرے پر ایک نرالا میٹھا تبسم ہے۔ جو ان کی بھیانک صورت پر بھی کسی حد تک بھلا معلوم ہوتا ہے + انہوں نے بڑی محبت سے کہا "اچھا۔ تم کھڑے ہوئے ہو۔ اب طبیعت کیسی ہے؟

"پہلے سے اچھا ہوں۔ صرف سر چکراتا ہے" +

"صرف اتنی ہی شکایت ہے۔ تو جلدی ہٹ جائے گی" +

پروفیسر صاحب نے نئے طریقوں سے لائنل کا جی بہلانے کی کوشش کرنے لگے۔ زمین پر بیٹھ کر بولے "تم پیٹھ پر چڑھنا جانتے ہو؟

لائنل تعجب سے دیکھنے لگا۔ اور بولا "کیوں نہیں؟ میں کبھی چڑھا تو نہیں۔ مگر چڑھ سکتا ہوں" +

"اچھا تو آؤ چڑھو۔ زور سے پکڑے رہنا۔ میں تمہیں اسی طرح گاڑی تک لے چلوں گا" +

لائنل یہ سُن کر حیرت سے سکتے میں رہ گیا۔ اور واقعی پروفیسر کیڈ منگور کا یہ کہنا

جو درحقیقت دانائی کے اوتار اور علمیت کی چلتی پھرتی مجسم تصویر تھے۔ بہت ہی تعجب خیز تھا۔

"کیا واقعی آپ سچ کہتے ہیں"؟

"ہاں! ہاں!! آؤ۔ جلدی سے چڑھ جاؤ"۔

لائنل یہ سنتے ہی بڑی پھرتی سے اُن کی پیٹھ پر چڑھ گیا۔ اُستاد اور شاگرد جلدی سے نیچے اُترے۔ اور گاڑی کے پاس پہنچے۔ پروفیسر کیڈ منگور نے لائنل کو پیٹھ سے اُتار کر نرم نرم تکیوں پر لٹا دیا۔ اور دو شالوں سے ڈھک دیا۔

لوسی جلد جلد سفر کا سامان گاڑی میں رکھنے لگی۔ کئی ایک نوکر آس پاس کھڑے تھے۔

جب گاڑی چلی۔ تو لوسی پیچھے سے چلائی "ماسٹر لائنل خوب موٹے ہو کر آنا"۔

تھوڑی ہی دیر میں تیز رفتار گھوڑے انہیں گھر سے کئی میل دور لے گئے۔ لائنل بالکل خاموش تھا۔ صرف کبھی کبھی چپکے سے ایک نظر پروفیسر کیڈ منگور پر ڈال دیتا تھا۔ جو اس وقت چاروں طرف کی خوش نما چیزوں کو دیکھ رہے تھے۔ مگر قدرتی مناظر کی خوب صورتی سے متاثر ہو کر نہیں۔ صرف اسی انداز سے کہ ایک سائنس دان جو ہر چیز کی بنیاد اور نشو و نما پانے کے طریقوں سے اچھی طرح واقف ہوتا ہے۔ دیکھ سکتا ہے۔

"ہم لوگ کہاں جا رہے ہیں"؟ آخر کار لائنل نے آہستہ سے پوچھا۔

"کلوولی جاتے ہیں۔ مگر آج نہیں۔ آج صرف الفریکمبو جا کر ٹھہر جائیں گے"۔

"کیا میرے ابا بھی آئیں گے"؟

"نہیں ان کو کوئی ضروری کام ہے۔ وہ دس بارہ روز کو لندن جاتے ہیں۔ ہم بھی ان کے واپس آنے تک لوٹ آئیں گے"۔

لائنل کو اس وقت بھی اپنی ماں یاد آ رہی تھی۔ اور اس کی آنکھیں ڈبڈبائی ہوئی تھیں ۔ اُس نے فوراً اپنا مُنہ پھیر لیا۔ اور سمجھا۔ کہ شاید اس نے پروفیسر سے آنسوؤں کو چھپا لیا ہے۔ مگر اس کا خیال غلط تھا۔ کیونکہ انہوں نے اس کی بھری ہوئی آنکھ فوراً دیکھ لی تھی۔ اور میں حیرت سے کہتی ہوں۔ کہ ان کا دل بھی اس دردآمیز منظر سے بھر آیا تھا ۔ انہوں نے اکثر بے گناہ جانوں کو بے رحمی سے زخمی کیا تھا۔ اور سائنس کی کوئی نئی ایجاد کرتے ہوئے۔ بہتیری چھوٹی چھوٹی چڑیوں کو درد سے کراہتے سنا تھا۔ لیکن رحم نے ان کے دل پر کبھی سایہ بھی نہ ڈالا تھا۔ تاہم ایک معصوم۔ افسردہ دل بچے کی مصیبتوں اور تکلیفوں سے وہ پتھر کا دل بھی اثر پذیر ہوئے بغیر نہ رہا ۔

اسی اثنا میں مسٹر ویلسکورٹ اپنے کمرے میں تن تنہا بیٹھے ہوئے۔ لندن کے بعض وکیلوں کو خط لکھ کر بیوی سے علیحدگی حاصل کرنے کی کوشش کر رہے تھے ۔ چٹھی لکھ کر ختم کی۔ تو بی بی کا الوداعی خط پھر پڑھنا شروع کیا۔ اس میں لکھا تھا ۔

" میں آج آپ کو بغیر افسوس۔ بغیر کسی قسم کی شرم یا ندامت کے الوداع کہتی ہوں ۔ آپ نے زندگی میرے لئے وبال کر دی ہے۔ میرے تمام اعتقادات مٹا دئے۔ خدا سے منکر کیا۔ مجھے بے دین بنایا۔ میری آرزوئیں خاک میں ملائیں ۔

میں سر چارلس لیلس کے ساتھ جاتی ہوں ۔ میرا ارادہ اس سے شادی کرنے کا ہرگز نہیں ہے۔ صرف سال بھر اس کے پاس رہوں گی۔ اس کے بعد میرا کیا حشر ہوگا ؟ میں نہیں جانتی۔ نہ مجھے معلوم کرنے کی خواہش ہے ۔ شاید میں خودکشی کر لوں۔ یا اپنے گناہوں سے توبہ کرنے کے لئے کوئی اور طرزِ زندگی اختیار کروں ۔

" بہرحال مجھے ازبس مسرت ہے۔ کہ میں تمہیں رنج دیتی اور بدنام کرتی ہوں ۔ تمہاری

زندگی کا اصول صرف خود غرضی ہے۔ میری زندگی کا اصول کیا ہے؟ میرے اس فعل سے ظاہر ہے۔ اگر کوئی بات مجھے تمہارے ساتھ رہنے پر مجبور کرسکتی۔ تو صرف بچے کی محبت۔ مگر تم نے اسے بھی مجھ سے چھین لیا۔ اور اب تو ہر روز نئی رکاوٹیں اس کے اور میرے درمیان حایل ہوتی جاتی ہیں۔ اب بھی جو تھوڑا بہت انسانی دل میرے پہلو میں ہے۔ میں لائنل کو دئے جاتی ہوں۔ میری عادات اور خصایل بھی اس میں موجود ہیں۔ وہ ابھی سے تم سے باغی ہے۔ اور وہ وقت آئے گا۔ کہ وہ بھی اسی طرح تمہیں چھوڑ جائے گا۔ کاش وہ جلدی بھاگنے کا قصد کرے۔ اور تمہارے ظلم وستم سے بچے۔

مجھے کامل یقین ہے۔ کہ خدا ہو۔ یا نہ ہو۔ تم ان نیکیوں اور مہربانیوں کا پھل اچھی طرح پاؤ گے۔ جو تم نے مجھ سے کیں۔

ہلن ویلسکورٹ

مسٹر ویلسکورٹ نے مکرر اور سہ کرر خط کو پڑھا۔ اس کا خلاصہ ان کے دل میں کھُب گیا۔ آدھی رات کو یہ فقرے کہ میری عادات وخصایل لائنل میں موجود ہیں۔ ان کو یاد آئے۔ تھوڑی دیر کے بعد کُرسی سے اُٹھے۔ اور مُنہ ہی مُنہ میں کہنے لگے۔ "نہیں۔ یہ ممکن نہیں۔ اس کم بخت کا کیا ہے۔ اپنی عزت خاک میں ملائے۔ یا گلی کے کیچڑ میں مل جائے۔ مگر لڑکا میرا لڑکا ہے۔ میں اس کے خصایل اس میں سے نکال ڈالوں گا۔ اور اپنی مرضی کے مطابق بناؤں گا۔"

چھٹیوں میں لائنل کے شغل

کلوولی کے ایسے سرسبز خوب صورت اور پُرفضا چھوٹے سے گاؤں میں بھی جس کو قدرتِ کاملہ نے اس قدر خوب صورتی بخشی تھی۔ کہ ایک ایک کونہ صانع حقیقی کے کمالات کا شاہد تھا۔ جو کسی زمانے میں رشیوں اور مہاتماؤں کے لئے پرستش کا مقام تھا۔ جہاں جاکر جادو بیان شاعر اور باکمال مصوّر ہاتفِ غیبی سے ہم کلامی کی عزت حاصل کرتے۔ اب انسان کے تباہ کن ہاتھ پہنچ چکے تھے + ہوٹلوں کی کثرت کا تو ذکر ہی کیا۔ کہیں کہیں مے خانے بھی نظر آتے۔ اور اس خوش نُما مقام کی۔ جسے فردوس برروئے زمین کہیں تو بے جا نہ ہو۔ دل فریبی میں خلل انداز ہوتے تھے + قدرتِ کاملہ ہر چند خواہش کرتی۔ کہ اپنا وہی حُسن وجمال بنائے رکھے۔ اور موذی انسان کے بے رحم ہاتھوں سے بچے۔ مگر بے کار + البتہ کہیں کہیں کوئی قطع زمین ایسا ہی خوش نُما اور پاکیزہ نظر آتا۔ جیسا پیشتر تھا۔ مگر وہ بالکل ایسا معلوم ہوتا۔ گویا ایک پھُولوں کا ہار کسی کی بے توجہی سے ایک عظیم الشان پہاڑ کی چوٹی پر پڑا رہ گیا ہو +

لائنل کلوولی میں عجب طرح کی زندگی بسر کر رہا تھا + یہ دونوں استاد اور شاگرد ایک چھوٹے سے پُرانے اور نہایت خستہ مکان میں فروکش تھے جس کی دیواروں پر جابجا شق پڑے ہوئے صاف بتا رہے تھے۔ کہ یہ عمارت متواتر زلزلوں کے دھکے کھا چکی ہے۔ تاہم وہ سب کمرے اپنی وضع کی ایک نرالی خوب صورتی لئے ہوئے تھے + ان کی مالکہ نہایت اعلےٰ مذاق اور نفیس طبیعت کی عورت تھی۔ صحت اور صفائی کا اسے بہت ہی خیال تھا۔ چنانچہ ہر اک کمرہ نہایت ہی صاف ستھرا رکھتی۔ پلنگ بھی

تروتازہ پھولوں کی خوشبو سے مہکے ہوئے ہوتے۔ حتیٰ کہ ہوا کے جھونکے تک چنبیلی کے پھولوں کی بھینی بھینی خوشبو سے (جس کی بیلیں کھڑکیوں پر تھیں) معطر ہوتے۔ وہ ہر وقت اپنے ان دونوں مہمانوں کی خاطر تواضع میں مصروف رہتی۔ عالم پروفیسر کیڈ منگور کی تہ دل سے عزت کرتی۔ اور لائنل کے شایستہ اور حلیم طرز و طریق نے تو اس کا دل بالکل ہی تسخیر کر لیا تھا۔ وہ ہمیشہ اسے پیارا چھوٹا بچہ کہا کرتی۔ یہ نیا نام سن کر لائنل کو حیرت ہوتی۔ اور وہ سوچتا۔ کیا میں واقعی اتنا ہی چھوٹا ہوں۔ اس خیال سے آتے ہی اسے اپنی ماں کے الوداعی فقرہ یاد آجاتا۔ اور وہ خیال کرتا۔ کہ ہاں میری اماں نے بھی تو مجھے بچہ ہی کہا تھا۔ اس خیال کے آتے ہی وہ افسردہ ہو جاتا۔ اور اسے تاب نہ رہتی تھی۔ کہ وہ اپنی بچھڑی ہوئی ماں کی اس صورت اور حالت کو جس طرح وہ اسے الوداع کہتے ہوئے ملی تھیں۔ دیر تک خیال میں رکھ سکے۔ وہ حسرت سے سوچا کرتا۔ کیا واقعی وہ مجھ سے آخری ہی دفعہ ملی تھیں۔ کیا میں ان سے پھر نہیں مل سکتا ؟

لائنل کو ان باتوں پر سوچنے اور غور کرنے کی اب ہر وقت فرصت تھی۔ پروفیسر کی مہربانیاں اس کے اوپر دن بہ دن بڑھتی جاتی تھیں۔ اور اس نے اسے پوری اجازت دے دی تھی۔ کہ جہاں چاہے جائے۔ اور جو چاہے کرے۔ لائنل کا ننھا دل ان کی اس غیر معمولی توجہ اور مہربانی سے بھر آتا تھا۔ اس کی شکر گزاری اکثر چھوٹی چھوٹی باتوں سے ظاہر ہوا کرتی۔ مثلاً وہ بڑی احتیاط سے ان کی ٹوپی پر برش کر کے ان کے پہننے کو لاتا۔ باہر جانے کے پیشتر ان کے دستانوں کی جوڑی اچھی طرح صاف کر کے میز پر رکھ دیتا۔ پھولوں کا گلدستہ بنا کر ان کے شانہ پر لگا دیتا وغیرہ۔ پروفیسر صاحب نے پہلے تو ذرا تعجب اور خوشی سے ان باتوں کو قبول کیا۔ پھر روز ہی منتظر رہنے لگے۔ اور انہیں تھوڑے

سے دنوں میں ان کی طبیعت لائنل سے اس درجہ مانوس ہوگئی۔ کہ وہ اپنی بچپن کی مدتوں سے بھولے ہوئے قصے کہانیاں یاد کرنے کی کوشش کرتے۔ اور جب بڑی مشکل سے کوئی حکایت یاد آجاتی۔ تو لائنل کا جی بہلانے کو اسے سنایا کرتے + ایک روز انہیں خیال آیا۔ کہ میں سائیکی (Psyche) اور کیوپڈ (Cupid) محبت کے دیوتا کی مشہور حکایت اسے معمولی قصہ کے پیرایہ میں سناؤں۔ دیکھوں بچے پر اس کا کیا اثر پڑتا ہے + یہ دونوں ایک سرسبز مقام پر جہاں سے درختوں کی قطار کے پیچھے سرسبز پتیوں میں سے سمندر کی سطح ہیرے کی طرح چمکتی ہوئی نظر آرہی تھی۔ بیٹھے تھے + پروفیسر صاحب ذرا نرم آواز سے کہانی کہنے لگے۔ کہ "سائیکی بڑی ہی خوشی سے زندگی بسر کیا کرتی تھی۔ مگر ایک روز اس کا جی چاہا۔ کہ اپنے دیوتا کی صورت بچشم خود دیکھے۔ چنانچہ یہ اس ارادہ سے اٹھی ہی تھی۔ کہ روشنی غایب ہوئی۔ چاروں طرف اندھیرا چھا گیا۔ اس کا دیوتا غایب ہوگیا۔ اور اب سائیکی بیچاری اکیلی رہ گئی۔ اور کیا تعجب ہے۔ شاید وہ اب تک اس کھوئے ہوئے جمال کو جسے وہ جانتی تو ہے۔ مگر دیکھ نہیں سکتی۔ ڈھونڈ رہی ہو"+

لائنل بغور سنتا رہا۔ پھر بولا "اچھی کہانی ہے۔ اور اس کے بڑے گہرے مطلب ہیں + سائیکی کو اپنے دیوتا کا حال معلوم نہیں تھا۔ اور وہ جاننا چاہتی تھی۔ اسی طرح ہم سب بھی ذرۂ عظیم کے حالات معلوم کیا چاہتے ہیں۔ مگر موت اس قدر جلدی آجاتی ہے۔ کہ معلوم نہیں کر سکتے" + پروفیسر کیڈمنگور اس کی سب دلیلیں چپ لگا کر سنتے رہے۔ اور لائنل بہت دیر تک اسی طرح گفتگو کرتا گیا۔ وہ یہ باتیں کر رہا تھا۔ اور کیڈمنگور سوچ رہے تھے۔ کہ اس بچے کو مذہبی تعلیم سے بے بہرہ رکھنا کتنا بڑا گناہ ہے +

چھٹیوں میں لائنل اکثر سمندر کے کنارے جایا کرتا تھا۔ ماہی گیر اسے اپنی کشتیوں پر سوار کر کے سیر کو لے جایا کرتے۔ وہ اسے بڑا پیار کرتے۔ اور اکثر اسے ڈوبے ہوئے جہازوں کے قصّے سُناتے۔ لائنل ان مصیبت کے مارے ڈوبنے والوں کی تکالیف کا حال جو نہایت یاس اور حسرت سے کسی ٹوٹے ہوئے تختہ یا رستے کو پکڑنے کی کوشش میں جان بحق ہو جاتے تھے۔ سُن کر بڑا ہی ملول ہو جاتا تھا۔

ایک شام کو وہ ٹہلتا ٹہلتا حسب معمول کنارے پر پہنچا ہی تھا۔ کہ کسی جھونپڑی کے پاس اسے ماہی گیروں کا ایک گروہ عظیم نظر آیا۔ یہ سب گھبرائے۔ اور سہمے ہوئے اندر دیکھ رہے تھے۔ یہ آگے بڑھا ہی تھا۔ کہ ایک شخص نے اشارے سے اسے واپس جانے کو کہا۔ اس نے گھبرا کر پوچھا "کیا ہوا۔ کیا کوئی ڈوب گیا ہے"؟ "نہیں کوئی ڈوبا نہیں۔ کوئی گلے میں پھانسی ڈال کر مر گیا ہے۔ اس کی بھیانک صورت تمہیں نہ دیکھنی چاہئے"۔

لائنل نے حیرت سے چونک کر پوچھا۔ "پھانسی! وہ کس طرح ڈال سکا"؟

"اس میں کیا مشکل ہے؟ اگر کوئی رسّا یا رومال پاس ہو۔ تو اس سے آسان اور کیا ہو سکتا ہے؟ اس کے پاس ایک لمبا سا رومال تھا۔ اس کا پھندا بنا کر اس نے اپنے گلے میں ڈالا۔ اور چھت کے کُنڈے میں لٹک گیا۔ بس! اور پھانسی میں کیا ہوتا ہے؟ مگر تم یہاں مت رہو۔ اور واپس چلے جاؤ۔ سمندر میں آج زور بہت ہے۔ اور تم کشتی پر بھی نہیں جا سکتے"۔

لائنل خاموش آہستہ آہستہ گھر کی طرف قدم بڑھانے لگا۔ مگر یہ خبر سُنتے ہی اس کا دل ملول ہو گیا تھا۔ اور وہ راستہ بھر اس خودکشی کرنے والے کی چھت سے لٹکی ہوئی

لائنل تصور و خیال میں دیکھ رہا تھا۔ یہ گھر پہنچا۔ تو پروفیسر اس کا اُترا اور کملایا ہوا چہرہ دیکھ کر حیران ہو گیا۔ اور پوچھنے لگا۔ "آج تمہیں کیا ہوا؟ تمہاری صورت پر اتنی اُداسی کیوں ہے؟ تم کہاں گئے تھے؟"

لائنل نے رُکتے رُکتے کہا۔ "خبر نہیں۔ شاید ... اس پھانسی والے آدمی نے میرا جی خراب کیا ہے؟"

پروفیسر نے چونک کر پوچھا۔ "کون پھانسی والا آدمی؟" اس پر لائنل نے سارا حال کہ سنایا۔ پروفیسر کیڈ منگور کو کچھ اطمینان ہوا۔ کہ کم از کم ان کے ننھے شاگرد نے اس کی صورت تو نہیں دیکھی۔ انہوں نے جواب دیا۔ "اوہو پھانسی سے تو آدمی بہت جلد بلا تکلیف مر جاتا ہے۔ شاید وہ آدمی روپیہ کی کمی سے تنگ آکر مر گیا ہو۔"

"مگر کیسی دردانگیز بات ہے۔ کہ اس بیچارہ کا دُنیا میں ایک بھی دوست نہ تھا۔ جو اس کی مدد کر کے اس کی جان بچا لیتا۔"

پروفیسر۔ ہاں ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔ مگر موت ہی تو سب سے بڑا عذاب نہیں ہے۔ بہت لوگ دُنیا میں ایسے بھی ہیں جو موت کو زندگی پر ترجیح دیتے۔ اور وقت سے پہلے مرنا قبول کرتے ہیں۔ یہ شخص بھی جس کا تم ذکر کرتے ہو۔ شاید اسی طرح زندگی سے بیزار ہو گا۔

لائنل خاموش رہا۔ اور اس نے پھر کبھی بھی اس کا ذکر نہیں کیا۔ اور شاید اسی وجہ سے اس ہیبت ناک واقعہ کا بڑا گہرا اثر اس کے دل پر رہا۔

کلووِلی سے واپسی

یہ دو نواب تقریباً پندرہ روز کلووِلی میں بسر کر کے گھر واپس جا رہے تھے۔ لائنل کی صحت پر تبدیل آب و ہوا اور کھیل کود کا اثر ضرور بہت کچھ ہوا تھا۔ تاہم اس کا چہرہ ویسا ہی زرد تھا۔ اور آنکھوں سے وہی حسرت ٹپکتی تھی۔ اس کو اپنی ماں کی یاد! ور جدائی کا صدمہ ابھی تک تازہ تھا۔ مگر پھر بھی کچھ صبر آگیا تھا۔ اور اس نے پروفیسر پر اپنا یہ ارادہ ظاہر کیا تھا۔ کہ اب گھر پہنچتے ہی پڑھائی بڑی محنت سے شروع کر دیں گے۔ مگر انہوں نے اس تجویز کی طرف کچھ زیادہ توجہ نہ کی۔ اور جواب دیا "ہاں تھوڑا تھوڑا پڑھنے میں تو کوئی حرج نہیں۔ مگر سارا کورس ابھی ایک دم شروع نہیں ہو سکتا۔ کل صبح بھی تم گھومنے جانا۔ جس طرح کلووِلی میں جایا کرتے تھے۔ اور تمہاری طبیعت چاہے تو کوئی کتاب ساتھ لیتے جانا۔ مگر بہت محنت کرو گے۔ تو پھر بیمار ہو جاؤ گے"۔

لائنل یہ سُن کر خوش ہوا۔ اور سوچنے لگا۔ کہ کل جب میں ڈیل سے ملنے جاؤں گا۔ وہ مجھے دیکھ کر کتنی خوش ہوگی۔ اس کا گلاب سا سُرخ سُرخ چہرہ ہنستا ہوا کتنا پیارا لگیگا۔ دو تین گھنٹے ہم کھیلیں گے۔ یہ سوچ ہی رہا تھا۔ کہ گاڑی گھر کی طرف کو مُڑی۔ اور وہ واقعی خوشی سے اندر داخل ہوا۔ مسٹر ویلسکورٹ لندن سے واپس آگئے تھے۔ لائنل نے ڈرتے ڈرتے ہاتھ ان کی طرف بڑھایا۔ انہوں نے صرف انگلیاں ہی چھو کر کہا۔ "وہ غنیمت ہے۔ تم پھر اچھے ہو گئے لائنل۔ پھر پروفیسر کی طرف مخاطب ہوئے "کہئیے آپ کا جی تو نہیں اُکتایا"۔

دوسرے دن کہ بڑی ہی سہانی صبح تھی۔ ہر طرف سبزہ اور ہر سمت گلزار تھا۔ نسیم سحر کے خوش گوار جھونکے پھولوں سے اٹکھیلیاں کر رہے تھے۔ اور ہر چیز کو آفتاب عالم تاب کی کرنیں چمکائے ہوئے تھیں۔ لائنل نے اپنے اُستاد سے چھٹی کی درخواست کی۔ اور لاطینی کی صرف و نحو ساتھ لے جانے کی تجویز پیش کی۔ مگر پروفیسر نے منع کیا۔ اور جواب دیا۔ کہ "نہیں آج کیا ضرورت ہے۔ آج تم جاؤ۔ اور خوب جی بھر کے کھیلو۔ کل سے تھوڑا تھوڑا کام شروع کرنا۔" لائنل نے بڑی مسرت سے ان کا شکریہ ادا کیا۔ اور دوڑتا ہوا نیچے اُتر کر چشم زدن میں باغ تک پہنچ گیا۔ آج اس کا دل غیر معمولی طور پر خوش تھا۔ مگر کیوں کیا اس کی حالت میں کوئی فرق آ گیا تھا؟ کیا وہ اب تک وہی بچہ نہیں تھا جس کو ماں نے اس قدر بے رحمی سے جیتے جی ہمیشہ کو چھوڑ دیا تھا؟ کیا وہ اب تک وہی بچہ نہیں تھا جس کا اتنی بڑی دنیا میں ایک بھی ہمدرد و غمگسار نہ تھا؟ کیا اسے اپنی ماں کی جدائی اور بدنامی کا صدمہ بھول گیا تھا؟ نہیں ہرگز نہیں۔ اس کی طبیعت ہی ایسی نہ تھی۔ مگر آخر تو وہ ۱۱ ہی سال کا کم سن بچہ تھا۔ اور آج اتنے خوش نما منظر اور سہاونی صبح میں جو نہایت ضعیف۔ بیمار اور بوڑھے دلوں پر بھی اپنا اثر کئے بغیر نہیں رہتی۔ یہ بھی اُداس نہ رہ سکا۔ چنانچہ اس نے بڑی بے تابی اور شوق سے اپنے گھر کا پھاٹک کھولا۔ اور اسی پُرانے قبرستان کی طرف قدم بڑھایا۔ جہاں اسے ایک دفعہ پہلے جیسمن اور اس کا والد مسٹر ڈنیل ملے تھے۔

جیسمن مر گئی

اس وقت وہ ہزاروں منصوبے باندھ رہا تھا۔ پروفیسر کیڈ منگو رسے اس کی

طبیعت اب خاصی مانوس ہوگئی تھی۔ اور یہ سوچ رہا تھا۔ کہ میں اپنے ابّا سے کہہ کر انہیں کی زیرنگرانی (یعنی ان کے اپنے گھر جاکر) تعلیم جاری رکھوں + یہ تو وہ اچھی طرح جانتا تھا۔ کہ ویلسکورٹ اسے کبھی کسی مدرسے میں داخل نہ ہونے دیں گے۔ اور اسی طرح چیدہ چیدہ اشخاص کے زیرتربیت رکھیں گے۔ اس لئے وہ سوچ رہا تھا۔ کہ اگر پروفیسر کیڈ منگور کی شاگردی کئی سال تک کرسکوں۔ تو کیا اچھا ہو۔ اور اگرچہ وہ بھی مجھے اس راز کا حال تو کچھ نہیں بتا سکتے۔ جو میں اس قدر معلوم کیا چاہتا ہوں مگر ممکن ہے۔ وہ رفتہ رفتہ مجھے ایسے راستے ڈال دیں۔ یا ایسا وسیلہ بتا دیں۔ کہ میں خود معلوم کرلوں + اتنے میں اس نے نظر اٹھائی۔ اور دیکھا۔ کہ وہ قبرستان کے پھاٹک تک پہنچ گیا ہے + مسکراتے ہوئے دوڑ کر اس نے پھاٹک کھولا۔ مگر اندر گھستے ہی دبے پاؤں آہستہ آہستہ چلنے لگا۔ کہ اگر جلیمن کہیں نزدیک نظر آوے۔ تو اسے چپکے سے پکڑ لے + ریوبن ڈیل حسب معمول قبر کھودنے میں مصروف تھا + یہ آہستہ آہستہ اس کے بالکل پاس چلا گیا۔ مگر یکایک خوف زدہ ہوکر چونک کر پیچھے ہٹا۔ کیونکہ ریوبن سر جھکائے ہوئے نہایت ہی یاس اور حسرت کی حالت میں ایک چھوٹی سی قبر کھود رہا تھا + اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کے موٹے موٹے قطرے برابر پانی کی جھڑی کی طرح مٹی کے تودوں اور اس کے پھاوڑہ پر گرتے جاتے تھے + وہ پچاس برس کا عمر رسیدہ آدمی بچوں کی طرح سُبکیاں لے لے کر رو رہا تھا۔ اور اس کا یہ اضطراب پتھر سے دلوں کو بھی ہلا ڈالتا تھا + لائنل کی آنکھوں میں اندھیرا سا آگیا۔ کانپتے ہوئے اس نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا + "مسٹر ڈیل"......اس نے کہا..."اے مسٹر ڈیل"۔ ریوبن نے اس کی طرف نگاہ کی۔ اس کی آنکھیں سوجی ہوئی

تھیں۔ اور ان کی حسرت صاف بتا رہی تھی۔ کہ کوئی بڑا بھاری غم۔ کوئی ناگہانی مصیبت۔ کوئی جانکاہ صدمہ اس بیچارے پر پڑا ہے + لائنل ڈر گیا۔ وہ کچھ قیاس نہ کر سکتا تھا۔ مگر بڑی گھبراہٹ اور بے تابی سے یہ جاننے کا منتظر تھا۔ کہ اس کو کیا ہوا ہے + پھر یکایک ریوبن نے کہنا شروع کیا۔ اس نے تمہیں بھی پیار کہا تھا۔ میرے بچے.... اس نے پیار کہا تھا.... اس کے آخری الفاظ یہی تھے۔ لائنل کو میرا پیار۔ اور وہ کیسے پیارے انداز سے مسکرائی تھی۔ میں کبھی اس بھولی صورت کو بھول نہیں سکتا۔ ... میری پھول ... میری چڑیا ... میری پیاری بیٹی ...“ لائنل کو میرا پیار کہنا۔ اس نے یہ الفاظ مرنے کے لمحے بھر پہلے کہے تھے“+

”مرگئی“... لائنل نے کانپتے ہوئے کہا۔ مرگئی ... جیسمن .. جیسمن ... مرگئی نہیں ... نہیں یہ ہو نہیں سکتا+ آپ خواب دیکھ رہے ہیں ... یہ سچ نہیں ہوسکتا“+ لائنل کانپنے لگا۔ اور ایک زخمی چڑیا کی طرح ریوبن کی گود میں جا پڑا۔ اور اپنا مُنہ ریوبن کے بازو میں چھپا کر زور سے چلّا رہا“+ نہیں ... نہیں مری نہیں ... یہ مت کہئے۔ پیاری جیسمن نہیں مری ... تم اسے اس گڑھے میں نہیں ڈالو گے + ایک دفعہ تو کہو۔ وہ مری نہیں ہے ... کتنی بے رحمی ... کتنا ظلم ہے“+

ریوبن ڈیل نے تھوڑی دیر کو اپنے غم کو بھلا کر ہمت باندھی۔ کہ وہ اس غم زدہ معصوم کو جو اس خبر سے قریب قریب پاگل سا ہو رہا تھا۔ تسلّی دے + اس نے اسے اپنے گلے سے لگا لیا۔ اور کہا ”کیا تم نے نہیں سُنا۔ میرے لعل ... مگر نہیں۔ میں بھولتا ہوں۔ تم گئے ہوئے تھے۔ اور یہ کیونکر ہوسکتا ہے۔ کہ ہم غریبوں کی مصیبتوں کا ذکر کسی کے کان تک پہنچے ؟ میں ایک روز تمہارے ابّا کے مکان پر گیا تھا۔ کیونکہ جیسمن

بیاری ہیں برابر تمہارا ذکر کرتی تھی + وہاں میں نے سُنا۔ کہ تم کلوولی گئے ہوئے تھے + اس پیاری بچی کو چیچک نکل آئی تھی۔ اور صرف چار دن میں لے گئی ... مجھ سے جو کچھ ہوسکا۔ میں نے اپنی عزیز بیٹی کی جان بچانے کو کیا + اگر میرے بس میں ہوتا۔ تو میں اس کے بدلے اپنی جان بھی دے دیتا۔ اور بیچارہ ڈاکٹر ہارٹلی رات اور دن اس کے پاس رہا۔ مگر بےکار + اس پیارے پھول سے چہرے کی بچی کے قابل ہم نہیں تھے۔ اور اس لئے خدا نے اسے اُٹھالیا۔ مگر مجھ گنہ گار سے یہ صدمہ ... یہ دُکھ اُٹھایا نہیں جاتا + پہلے اس کی ماں اور پھر وہ دونوں جنت کو سدھاریں۔ اور مجھے اکیلا چھوڑ گئیں + روشنی کی طرح وہ میری زندگی میں آئیں۔ اور پرچھائیں کی طرح غائب ہوگئیں + اے خدا رحم کر ... مجھے طاقت دے۔ کہ میں سہہ سکوں۔ اور کہوں۔ کہ تیری رضا برتر ہے"+ اس کا سر لڑکے کے اوپر جو ابھی تک اسے چمٹا ہوا بید کی طرح کانپ رہا تھا۔ اور درد و غم سے کراہتا تھا۔ جا پڑا + آسمان گرد و غبار سے بالکل صاف تھا۔ ہر چہار طرف سورج کی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ اور اس چھوٹی قبر کے گڑھے میں بھی روشن شعاعیں پڑ رہی تھیں +

لائنل نے یکایک سر اُٹھایا + اس کا چہرہ بالکل زرد تھا۔ اس کی سنجیدگی اور حسرت نے اسے اس وقت نیچے سے بوڑھا بنا دیا تھا + "تم اسے اب یہاں ڈال دو گے" .... اس نے ہلکے سے خوف کے لہجے میں کہا ... "ننھی جیسمین کو اس گڑھے میں سُلا دو گے ... اس کی بھولی صورت اور نیلی آنکھوں کو اس مٹی کے ڈھیر میں چھپا دو گے ... یہ تم سے کس طرح ہوگا۔ وہ کس طرح ہنستی تھی۔ اور کیسی کھیلتی پھرتی تھی۔ اب نہ وہ کبھی کھیلے گی۔ نہ ہنسے گی۔ تم اس کو ہمیشہ کے لئے وہاں چھپا دو گے"+ یہ کہتے کہتے اس کی

آواز کانپنے لگی " اور ہائے ! اب ہم اسے کبھی نہ دیکھیں گے۔ جبیبن ... جبیبن "!
بیچارہ ریوبن اس کے انتہائے غم کو دیکھ کر حیران ہوگیا۔ کہ اسے کس طرح بہلائے۔ اگرچہ اس غم کا سب سے بڑا حصہ دار وہ خود تھا۔ مگر خدا کا بھروسہ اور اس کے اعلےٰ مذہبی اصول اسے تھامے ہوئے تھے۔ چنانچہ اس نے انہیں کے ذریعے لائنل کو بھی تسلی دینی چاہی۔ اس کے سر پر محبت کا ہاتھ پھیر کر بڑی دردناک آواز سے اس نے کہا۔ "بیچارے بچے۔ تیری سہیلی واقعی تجھے بڑا چاہتی تھی... مرتے مرتے اس نے تجھے پیار کہا تھا۔ اور ایک دفعہ جب اسے کچھ یوں ہی سا افاقہ ہوا۔ تو اس نے یہ بھی کہا تھا۔ کہ لائلی کو کہنا۔ میں اس سے جلدی ملوں گی۔ اس کے بڑے ہونے کا انتظار نہیں کروں گی۔ یہی اس بچی کے الفاظ تھے ... مگر اس کے ہوش ٹھکانے نہیں تھے۔ وہ نہیں جانتی تھی۔ کہ کیا کر رہی ہے۔ تاہم خدا کا شکر ہے۔ اس نے بلا تکلیف جان دی۔ پرسوں رات اس نے اپنی چھوٹی چھوٹی بانہیں میری طرف پھیلائیں۔ اور کہنے لگی۔ ابا کیسا اچھا سماں ہے۔ پھر مسکرا کر۔ لائلی کو میرا پیار اور یہی کہتے کہتے چلی گئی۔ وہ وہاں اپنے چھوٹے تابوت میں پڑی ہے۔ ہم نے اسے ننھی دلھن کی طرح سجایا ہے۔ اور اپنی کیاری کے تمام پھول آخری دفعہ اسے پہنانے کو نوچ ڈالے۔ کیونکہ ہم مصیبت کے ماروں کو ان پھولوں کی اب کیا ضرورت ہے۔ جب وہ ہی نہیں۔ جس کے دم سے ہمارا گھر آباد تھا۔ تو پھولوں کو کیا کریں "؟

اتنا کہتے ہوئے آنسوؤں کی جھڑی نے اس کی آواز بند کر دی۔ مگر لائنل کی آنکھیں ابھی تک خشک تھیں۔ اس نے بے تابی سے اس کی گود سے نکل کر ایک دو قدم آگے بڑھائے۔ اور اس چھوٹے گرشے کے قریب گھٹنے ٹیک کر بیٹھ گیا۔ "اس گرشے میں" اس

نے مُنہ ہی مُنہ میں کہنا شروع کیا "جَیسمن ..... اس گڑھے میں"؟ ریوبن نے اپنا ہاتھ اس کے کندھے پر رکھ دیا۔ "نہیں میرے بچے یہ نہ خیال کر۔ وہ یہاں نہیں ہے۔ (پھر آسمان کی طرف دیکھ کر) وہاں وہ خدا کے پاس ہے+ جَیسمن اس وقت جنت کے فرشتوں کے ساتھ ہے۔ اور یہی بہتر ہے۔ کہ وہ وہاں رہے + ہم لوگ عقل کے اندھے ہیں۔ اور اس کی حکمت سمجھ نہیں سکتے۔ مگر یقیناً وہ سب کچھ ہمارے بھلے کو کرتا ہے + شاید اس نے اس پھول سے بچی کو دنیا کی کڑی منزلوں کے قابل نہ دیکھا۔ اس لئے اسے وقت سے پہلے اپنے پاس بلا لیا۔ اور میں جَیسمن کو یہاں نہیں سلاؤں گا۔ صرف اس کا جسم یہاں رہے گا۔ مگر وہ بھی کتنا خوب صورت تھا۔ کیسی پیاری شکل تھی۔ اے میری گڑیا تو کتنی اچھی تھی"؟ پھر لائنل کی طرف مخاطب ہو کر "مگر جَیسمن ابھی ہے۔ اور بڑی اچھی جگہ۔ ایسی جگہ ہے۔ جہاں وہ ہمیشہ بڑے آرام سے رہے گی+ وہ دونوں ماں بیٹیاں خدا کے پاس ہیں۔ اور تھوڑے دن میں میں بھی ان سے جا ملوں گا۔ پھر مجھے معلوم ہو جائے گا۔ کہ ان کو مجھ سے چھڑا لینے میں اس کی کیا حکمت تھی۔ . . اگرچہ ابھی یہ جدائی سہی نہیں جاتی"+ لائنل نے اس کی طرف دیکھا۔ اور بولا "تم ان باتوں کے معتقد ہو۔ مگر تمہارا خیال غلط ہے۔ یہ سب وہم اور وسواس ہے۔ فرشتے کچھ نہیں ہوتے۔ نہ خدا کوئی چیز ہے۔ تم جَیسمن کو یہاں ڈال دو گے۔ اور اسے مٹی کے تودوں سے ڈھک دو گے۔ بہت تھوڑے دن میں کیڑے اس کے چھوٹے چہرے پر رینگا کریں گے۔ اس کے بالوں میں اپنا گھر بنائیں گے۔ اور اس کی صورت ایسی کر دیں گے۔ کہ تم بھی دیکھ کر ڈر جاؤ گے"+ یہ کہتے ہوئے وہ زور سے کانپنے لگا۔ ایسی حالت میں بھی تم خدا کا ذکر کرتے ہو۔ وہ خدا جس نے جَیسمن کو تم سے چھین لیا۔ کیسا ظالم اور بے رحم ہے+ ایک دفعہ اسے نہیں دے

کر پھر لے لینے میں کوئی راز نہیں ہو سکتا۔ تم نے کبھی کچھ پڑھا نہیں ہے۔ خدا کوئی چیز نہیں۔ دُنیا کا بانی تو صرف ایک ذرہ ہے۔ جو کچھ سمجھ نہیں سکتا"+

ریوبن نے خوف اور غم سے بے خود ہو کر خیال کیا۔ کہ لڑکا پاگل ہو گیا ہے۔ اور چاہا۔ کہ اسے پھر اپنی گود میں لے لے۔ مگر لائنل پیچھے ہٹ گیا۔ اور کانپتے ہوئے اس کا ہاتھ ہٹا دیا+ وہ لائنل کو جو اس وقت بالکل ششدر غم والم اور مایوسی کی مجسم تصویر بنا کھڑا تھا۔ دیکھنے لگا۔ شاید اگر یہ رو سکے۔ تو اس کا غم غلط ہو+ یہ سوچتے ہی اُسے کچھ خیال آیا۔ اور اس نے کہا" چلو ایک دفعہ جَبِیں کی صورت دیکھ لو۔ وہ وہاں پھولوں میں لدی ہوئی سوئی پڑی ہے۔ اس کی صورت ایسی ہی پیاری ہے۔ جیسی اس وقت تھی۔ جب وہ تم سے کھیلنے جاتی تھی۔ چلو گے"؟

لائنل نے کچھ تند آواز میں زور سے جواب دیا۔ نہیں میں نہیں دیکھ سکتا۔ تم بھول گئے۔ میں آج اس کی جیتی صورت دیکھنے آیا تھا۔ اس سے کھیلنے آیا تھا۔ اس خیال میں میں کس قدر خوش تھا۔ مگر ہائے وہ اس وقت بھی مری پڑی تھی۔ نہیں میں اس کو نہیں دیکھ سکتا۔ مجھے اس قبر اور ان کیڑوں کا خیال سہما دیتا ہے۔ اور اس پر بھی تم کہتے ہو۔ کہ خدا نے اسے اٹھا لیا"؟ اتنا کہتے ہی لائنل نے اپنی دونو باہیں اونچی کیں۔ اور بڑے زور سے بھاگا۔ مگر اپنے گھر کی طرف نہیں۔ بلکہ ان چھوٹے ٹیلوں کی جانب جہاں سرسبز درخت تیز سے تیز دھوپ میں بھی سایہ کئے رہتے ہیں+

ریوبن اس کی طرف کچھ خوف اور کچھ تعجب سے دیکھتا رہا+

" خدا بچہ پر رحم کرے"۔ اس نے آپ ہی آپ کہا۔ غم سے وہ بالکل پاگل ہو رہا ہے۔ اور علاوہ میری بچی کی موت کے کوئی اَور بات بھی ہے۔ جس نے اسے اس قدر

صدمہ پہنچایا ہے ؟ ہاں ! مجھے خیال آیا۔ اس کی ماں بھی تو اس سے جدا ہو گئی۔ اور جیتے جی یہ بدنامی کی جدائی موت کی جدائی سے بہت زیادہ رنج دہ ہے۔ اچھا خیر +

پھر اپنا پھاوڑا اُٹھا کر وہ دوبارہ اپنے اس جانکاہ کام میں مصروف ہو گیا۔ اور اپنی پیاری بھولی بھالی بیٹی کی قبر کی دیواروں کو بڑے خیال سے صاف کرنے لگا + عمر رسیدہ بوڑھے آدمیوں سے صدمے نہیں اُٹھائے جاتے۔ ریوبن سوچنے لگا۔ پھر بھلا اس بچہ کی کیا حقیقت ہے۔ وہ صدمہ سے پریشان ہو رہا ہے۔ اور اسے اتنی سمجھ نہیں۔ کہ خدا کی حکمت کا خیال کرے + اچھا۔ مالک حقیقی ہم گنہ گاروں کی خطاؤں سے درگزر کرے + اے جینیمن ... جینیمن میری پیاری بچی۔ میری پھول۔ مجھے نہیں معلوم تھا۔ کہ خدا تجھے اس قدر جلدی بلائے گا + پھر موٹے موٹے آنسو اس کی آنکھوں سے بہنے لگے۔ اور انہوں نے اس کی نظر دھندلی کر دی + خیر۔ خدا کی مرضی اسی طرح تھی۔ اب وہ کسی دن مجھے طاقت دے گا۔ کہ میں اس کی رضا پر شاکر ہو جاؤں + دونوں ماں بیٹیاں جنت میں ہوں۔ اور میں بدنصیب اکیلا یہاں رہوں۔ خوشیاں ان کے لئے اور غم میرے حصّہ کا ہے + اچھا۔ مگر خدا میرے وقت پر میری دونوں دبیوں کو میرے استقبال کو بھیجے گا۔ وہ دونوں شوق سے میری راہ دیکھتی ہوں گی۔ اور اب میری جینیمن پیاری تجھے بہت دن انتظار نہیں کرنا ہے۔ تھوڑے دن کی بات ہے +

اس نے ایک ہاتھ سے آنسو پونچھے۔ اور پھر صبر سے کھودتا رہا۔ جب تک کہ اس کا یہ درد بھرا کام ختم ہوا + پھر ایک پھولوں کا مٹھا نکال کر قبر کی دیواروں میں چاروں طرف لگا دیا + اور اوس وغیرہ سے بچانے کو اس پر لکڑی کے تختے لگا کر پھاوڑا کندھے پر رکھا۔ اور ہلکے ہلکے گھر کی طرف قدم بڑھانے لگا۔ راستے میں کل کے لئے جب

اس کے زخم دل پر نمک چھڑکا جائے گا۔ یعنی اس کی پیاری بیٹی کا جسم خاکی آخری دعاؤں کے ساتھ سپرد خاک کیا جائے گا۔ اپنی طبیعت کو مضبوط کرنے لگا +

اُدھر لائنل بیچارہ معلوم نہیں کتنے غم و الم میں بمشکل تمام تن تنہا اس گنجان جنگل میں گھڑیاں گزار رہا تھا۔ قبرستان سے بے تحاشا بھاگتے ہوئے اُسے بالکل ہوش نہ تھا۔ کہ وہ کیا کر رہا ہے + جنگل میں پہنچ کر اس کے ذرا ہوش ٹھکانے آئے۔ تو اس نے سوچنا شروع کیا۔ جیسمین مرگئی ہے۔ وہ ہنستی ہوئی نیلی آنکھوں والی چھوٹی سی لڑکی اس وقت سرد ہوکر اکڑی ہوئی اپنے تابوت میں پڑی ہے + اسے اس کی موت کا اب تک یقین نہ آتا تھا۔ اسے اس کی وہی ہنستی کھیلتی صورت جب اسے اس نے اپنے باغ میں آخری دفعہ دیکھا تھا۔ آنکھوں میں پھر رہی تھی + اسے اس کا وہ فقرہ بیچارہ لائنل! مجھے خوف ہے میں تجھ سے پھر نہ ملوں گی" بار بار یاد آرہا تھا۔ اور پھر اس کا الوداع کہتے ہوئے یہ کہنا۔ کہ "مدت کے لئے نہیں کہتی ہوں" + اس نے کہا تھا۔ کہ مدت کے لئے نہیں کہتی۔ مگر یہ تو وداع آخری ہی ہوگئی +

یہ سوچتے سوچتے لڑکا کچھ سسکیاں لینے لگا۔ مگر ابھی تک آنسو نہیں آئے۔ اس کے دل میں غم و الم کی آگ سلگ رہی تھی + اگر آنسوؤں کا سیلاب اسے بجھا دیتا۔ تو شاید اس کا دردِ دل کم ہوتا۔ مگر اس وقت یہ بھی ممکن نہ ہوا + کیا واقعی سوائے مٹھی بھر خاک کے اب جیسمین کا کچھ باقی نہیں ہے؟ اس نے دل میں کہا + وہ خوب صورت چہرہ کیا صرف فنا ہو جانے کو بنایا گیا تھا؟ واقعی بڑا ظلم ہے۔ اس نے ایک نظر نیلے آسمان کی طرف ڈال کر جس کی جھلک درختوں کی پتیوں میں سے دکھائی دے رہی تھی۔ مُنہ ہی مُنہ میں کہا۔ اسے پیدا کرنا واقعی ظلم تھا۔ اور مجھے زندہ رکھنا بھی بڑی بے رحمی

ہے۔ البتہ اگر موت کے بعد کچھ ہوتا۔ تو میں اس کے مطلب کو سمجھ سکتا تھا۔ وہ یہ کہتے ہوئے ٹھیرا۔ اور اس کی نظر ایک خوش نما پھول پر پڑی۔ اسے مخاطب کر کے اس نے کہا۔ "تم مر کے کہاں جاتے ہو۔ کیا تم میں بھی روح ہے۔ اور مرنے کے بعد وہ دوسری صورت اختیار کر کے اَور کہیں نظر آتی ہے؟ ممکن ہے ہو۔ مگر ہمیں کیا معلوم"۔

وہ کھڑا ہو گیا۔ اور سوچنے لگا۔ شاید آج کل کے علما اتنے دانا نہیں۔ جتنا وہ خیال کرتے ہیں۔ جس ذرہ کا وہ ذکر کرتے ہیں۔ ممکن ہے۔ وہ خدا ہو۔ اور اس زندگی کے بعد دوسری آتی ہو۔ شاید اس دُنیا کے علاوہ دوسری دُنیا ہو۔ جہاں جَیسمن چلی گئی ہے۔ مگر اسے تحقیق کس طرح کریں؟ وہ یہ سوچتے ہوئے پھرنے لگا۔ تھوڑی دیر میں اسے اچانک کسی خیال نے چونکا دیا۔ اور اس کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ مجھے اب اس راز کو معلوم کروں گا۔ یکایک کچھ صابر اور شاکر ہو کر وہ جنگل کے باہر نکل گیا۔ اور نیچی نظر کر کے اس پہاڑی سے جس پر وہ بے ہوشی میں دوڑتا ہوا چڑھا تھا۔ نیچے اُترا۔ اور گردن جُھکائے قبرستان سے نکل کر دم بھر میں گھر پہنچ گیا۔

پھاٹک کے پاس پروفیسر کیڈ منگور چہل قدمی کر رہے تھے۔ اسے دیکھ کر بولے۔ "کیوں بھئی خوب سیر کر آئے"؟ لائنل نے جواب نہ دیا۔ پروفیسر نے غور سے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔ "کیا ہے۔ کیا پھر جی نہیں اچھا"؟ لائنل نے مُسکرانے کی کوشش کی۔ "نہیں بیمار تو نہیں ہوں۔ میں قبرستان کی طرف گیا تھا۔ اور وہاں کا رکھوالا اپنی چھوٹی لڑکی کے لئے قبر کھود رہا تھا۔ وہ اس کی ایک ہی بچی تھی۔ ہم لوگ جن دنوں کلوولی میں تھے۔ وہ بیچاری چیچک سے مر گئی۔ اس کا نام جَیسمن تھا۔ اور میں اسے جانتا تھا"۔

پروفیسر کیڈ منگور کو اس کا اُترا ہوا چہرہ اور غم زدہ صورت دیکھ کر کچھ فکر پیدا ہوئی۔

مگر چونکہ وہ جیمین ڈینیل کا حال پہلے کچھ نہ جانتے تھے۔ انہوں نے زیادہ خیال نہ کیا۔ صرف اتنا کہا۔ کہ "تم قبرستانوں میں نہ جایا کرو۔ ایسے مقامات اچھے نہیں ہوتے صحت کے لئے بہت مضر ہوتے ہیں"۔ لائنل نے پھر بڑی کوشش سے مسکرا کر کہا۔ "مگر وہیں ہم سب کو جانا ہے"۔ "اوف اوہ! پروفیسر نے ذرا خفگی سے جواب دیا۔ لائنل میں تمہیں پہلے کہہ چکا ہوں۔ تم یہ بیہودہ بکواس نہ کیا کرو۔ مجھے بہت بُرا لگتا ہے"۔

"مگر کیوں؟ آخر تو ہم سب ہی مرتے ہیں"۔

"ہاں مرتے ضرور ہیں۔ مگر کیا ضرورت ہے۔ کہ ہم ہر وقت اسی کا خیال کریں۔ اور اسی کا ذکر کرتے رہیں؟ جب تک ہم زندہ ہیں۔ ہمیں خوشی سے زندگی بسر کرنی چاہئے۔ یہ کسی زمانے میں یونانیوں کا قول تھا۔ اور واقعی سچ ہے"۔

"کیا آپ واقعی یہ خیال کرتے ہیں"؟ لائنل نے اس قدر سنجیدگی سے یہ سوال کیا۔ کہ اس کا اُستاد کچھ حیران سا ہو گیا۔ پھر لائنل کہنے لگا۔ "مگر ان کے سارے علم کا کیا فایدہ ہوا۔ ان کے عالی شان شہر اور بڑی بڑی عمارتیں سب ضایع ہوئیں۔ وہ سب مر گئے۔ اور ان کی تمام کوششیں اور علم بے کار ہوئے"۔

"کیوں وہ ہمیں ملا۔ ان کے علم نے دنیا کے علم ادب کی بنیاد ڈالی۔ کیا یہ کچھ نہیں"؟

لائنل نے آہ کھینچ کر کہا۔ "ہاں جیسا خیال کیا جائے۔ مگر یہ بھی تو دریافت کرنے کے قابل بات ہے۔ کہ یہ سب علم ہمیں کہاں لے جاتا ہے؟ دُنیا میں کتنی قومیں بڑھیں۔ علم حاصل کیا۔ نئی نئی ایجادیں کیں۔ اور غائب ہو گئیں۔ یہ سلسلہ تو کبھی ختم ہی نہیں ہوتا۔ پھر پھر کے دنیا میں وہی باتیں ہوتی ہیں۔ قومیں ترقی کرتی اور تباہ

ہوجاتی ہیں۔معلوم نہیں۔اس سلسلہ کا کیا فایدہ ہے" +

پروفیسر نے غور سے اس کی طرف دیکھا" میں سمجھتا ہوں۔ تم تھک گئے ہو۔ اب جاکر لیٹ رہو۔زیادہ تکان بہت مضر ہوگی۔اور میں نہیں سمجھا۔تم قبرستان میں قبر کھدتی دیکھنے کیوں گئے تھے؟ تمہارے بڑے عجیب شوق ہیں" +

"میں قبر کھدتی دیکھنے نہیں گیا تھا۔میں اس چھوٹی لڑکی سے ملنے گیا تھا۔مجھے کیا معلوم تھا۔کہ وہ مرگئی ہے + میں نہیں جانتا۔زندگی اور موت کا کیا مطلب ہے۔ اور تو ہر بات سمجھ میں آتی ہے۔مگر یہی گتھی نہیں سلجھتی۔اور آپ بھی کچھ نہیں بتا سکتے + اب میں نے ارادہ کیا ہے۔کہ میں خود اس معمے کو حل کروں" +

لائنل نے ٹوپی اُتار کر ادب سے سلام کیا۔اور اپنے کمرے کی طرف چلا + پروفیسر کچھ بے چین ہوکر اس کی طرف دیکھنے لگا" کیا عجیب لڑکا ہے" اس نے خیال کیا" مگر کس قدر ذہین اور غریب بچہ ہے + اگر جی نکلا۔تو کمال پیدا کرسکے گا۔ شاید آیندہ نسل میں دنیا کا سب سے بڑا عالم یہی ہو۔مگر صحت اس کی درست نہیں رہتی" وہ لمبے لمبے دو چار قدم اُٹھا کر آگے بڑھے۔اور پھر کھڑے ہوگئے + ان کے چہرے پر اس وقت ایک عجیب طرح کا تبسم تھا۔بڑی تعجب کی بات ہے۔واقعی تعجب ہے، مجھے کبھی یہ خیال نہ آیا تھا۔کہ میں اس بچے سے اس قدر مانوس ہوجاؤں گا + یہ خیال کرکے ہنسی آتی ہے۔مگر دراصل وہ پیار کا مستحق ہے۔اور بے نظیر لڑکا ہے + یہ سوچ کر وہ ہنسے + ہنسی سے ان کے چہرے پر کبھی رونق نہ آتی تھی۔مگر اس وقت محبت کے آثار اُن کے مُنہ پر تھے۔جو واقعی بھلے معلوم ہوئے +

لائنل پھانسی لے کر مر جاتا ہے

رات کوئی دو گھڑی گزر چکی ہے۔ ہر چہار طرف سناٹا چھایا ہے۔ کہیں کوئی ذی روح چلتا پھرتا دکھائی نہیں دیتا۔ یہاں تک کہ درختوں کے پھول پتے بھی بالکل بے حس و حرکت ہیں۔ گویا دنیا کی ہر اک جان دار اور بے جان چیز دن بھر کے شور و غل اور محنت و مشقت کے بعد آرام سے سو رہی ہے۔ تاروں بھرے نیلگوں آسمان پر زہرہ اپنی پوری تیزی سے چمک رہا ہے۔ اور عطارد کی صاف ٹھنڈی روشنی سمندر کی سطح پر پڑتی ہوئی اس کی دل فریبی کو دوبالا کر رہی ہے۔ ہوا میں تازہ کھلے ہوئے پھولوں کی بھینی بھینی خوشبو ہے۔ مگر ہر چیز اس قدر خاموش۔ گویا کسی بڑے حاکم نے کسی مصلحت سے ان کی زبان بند کر دی ہو۔ مسٹر ویلسکورٹ کے عالی شان مکان میں بھی ایسا ہی سناٹا ہے۔ ہر شخص نیند کے آغوش میں بے خبر پڑا ہے۔ مگر لائنل سے نیند کوسوں دور ہے۔ وہ بالکل چاق چوبند اور بشاش اپنے پلنگ کے کنارہ پر بیٹھا ہے۔ اس کے چہرے سے ایک عجیب قسم کی خوشی نمایاں ہے۔ اور ہونٹوں پر نہایت میٹھا تبسم ہے۔ معلوم نہیں کن خیالوں نے اسے اس وقت محظوظ کیا ہے، وہ اپنی خواب گاہ میں تو وہی اپنے مقررہ وقت پر چلا آیا تھا۔ صرف غیر معمولی بات اتنی ہی تھی۔ کہ آج وہ اپنے باپ پروفیسر کیڈ منگور اور اپنی خادمہ لوسی کو سلام کر کے آیا تھا۔ اس کے والد ماجد تو اس وقت اخبار دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے بمشکل نگاہ اٹھا کر صرف سر ہلا دیا۔ پروفیسر صاحب کسی بڑی دقیق کتاب کے ایک صفحہ پر غور کرتے تھے۔ مگر انہوں نے بڑی

مہربانی سے اٹھ کر اس سے ہاتھ ملایا۔ اور یہ کہتے ہوئے۔ کہ "ہاں جاؤ سو رہو"۔ پھر مصروف ہوگئے + لوسی کو اس نے پکار کر ہی شب بخیر کہا تھا۔ بلکہ جواب میں اس کی آواز خوشی اور پیار سے بھری ہوئی باورچی خانہ کی طرف سے آتی ہوئی سنائی دی +

اس کے بعد یہ اپنی آرام گاہ میں آگیا تھا۔ مگر یہاں آکر اس نے کوئی تیاری سونے کی نہیں کی۔ سوائے اس کے کہ جوتا اتار دیا۔ تاکہ چلنے پھرنے میں آواز نہ نکلے۔ اور دوسری بات یہ کہ روشنی بجھا دی تھی + شاید اس لئے کہ وہ اندھیرے میں زیادہ اچھی طرح ان لوگوں کا جن کی یاد اسے ستاتی تھی خیال کر سکتا تھا۔ مثلاً اب تصوّر خیال میں اس کو بالکل وہی رات معلوم ہوئی۔ جب اس کی ماں اسے الوداع کہنے آئی تھیں۔ اسے وہ پھر ایک دفعہ اسی آرام کرسی پر بیٹھی ہوئی نظر آئیں۔ یہاں تک کہ سوچتے سوچتے اس نے ایک دفعہ زور سے کہا "میری اماں۔ تم مجھے بڑی پیاری ہو۔ اور ہمیشہ رہو گی" + مگر فوراً ہی یہ خیال کر کے۔ کہ وہ اس سے اب ہمیشہ کو رخصت ہو گئی ہیں۔ اسے اپنی بھول پر کچھ ہنسی آئی۔ مگر تھوڑی ہی دیر میں کھڑکی کے پاس پہنچ کر اس نے تصور خیال میں گویا جنیمین کو دیکھا۔ اور اس شام کا سماں۔ جب کہ اس کا پھول سا چہرہ چنبیلی کی بیل میں سے تاکتا ہوا نظر آیا تھا۔ اس کی آنکھوں کے آگے پھر گیا + یہاں تک کہ اس کی سریلی آواز لائلی لائلی پکارتی اس کے کان تک پہنچتی سنائی دی + قریب تھا۔ کہ دروازہ کھول کر یہ اسے ملنے جاتا۔ مگر یکایک اسے یاد آیا۔ کہ میری غلطی ہے جنیمین مر چکی ہے۔ اور میں اس کی قبر تک کھدتی دیکھ آیا ہوں۔ وہ اب بہت جلدی اس تنگ اور تاریک گڑھے میں ڈال دی جائے گی۔ اور میں اب اس کی آواز کبھی نہیں سنوں گا + یہ کھڑکی کے پاس سے جہاں سے

اس نے ایک دفعہ جیفیمن کو خوشی خوشی کھیلتے دیکھا تھا۔ جلدی ہٹ کر پلنگ پر بیٹھ گیا +

تھوڑی دیر میں اس کو اپنے باپ کے قدموں کی آواز کان میں پڑی۔ وہ اپنی خواب گاہ میں داخل ہوئے۔ اور دروازہ بند کر لیا + اس کے بعد پروفیسر صاحب کھانستے ہوئے آئے۔ اور اُن کی آہٹ بھی مدھم پڑ گئی + دم بھر میں نیچے کی منزل میں گھڑیال نے آدھی رات کا گھنٹہ بجایا + بعد ازاں سناٹا ہوا۔ اور اندھیرا چھا گیا۔ لائنل کچھ دیر اسی طرح بیٹھا رہا۔ مگر پھر کچھ اُکتا کر اُٹھا۔ موم بتی جلائی اور ذرا خوف سے اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ گویا ڈرتا ہے۔ کہ کوئی اَور تو کمرے میں نہیں ہے + پھر ایک اونچی الماری کا دروازہ کھولا۔ کرسی رکھ کر اوپر چڑھا۔ اور اس کے سب سے اوپر کے خانے میں سے ایک لمبا سا گلوبند جو ایک دفعہ اس کی ماں نے اسے دیا تھا نکال لیا۔ اور کرسی سے نیچے اُتر کر ہلکے سے دروازہ بند کر دیا + پھر تھوڑی دیر کھڑا ہوا کچھ سوچتا رہا۔ گلوبند کو اچھی طرح لپیٹ کر اپنی صدری میں ڈال لیا۔ اور جوتا پہن کر موم بتی ہاتھ میں لے دروازہ کھول کر بے تابی سے اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ ہر چیز بالکل خاموش تھی۔ اور کوئی بھی اس وقت اس کے اس ہولناک ارادے میں خلل انداز ہونے کو بیدار نہ تھا +

اب وہ نیچے اُترا۔ اور پڑھنے کے کمرے کی طرف گیا۔ دروازہ کھُلا ہوا تھا۔ یہ اندر داخل ہوا۔ اور چٹخنی چڑھا کر ٹھنڈی سانس کھینچی۔ گویا منزل مقصود میں پہنچ کر دم لیا۔ اس کمرے میں روشنی ذرا زیادہ تھی۔ کھڑکیوں کے پاس درخت نہیں تھے۔ کہ چاند کی روشنی شعاعوں کو اندر آنے سے روک دیتے۔ چنانچہ شیشوں میں سے صاف ٹھنڈی روشنی اندر آ رہی تھی + اس نے موم بتی اپنے اسی ڈسک پر جس کے پاس بیٹھے ہوئے اس نے بہت سے تھکا دینے والے گھنٹے۔ اور دن ان چیزوں کی

جستجو میں جو اس کی رائے میں کوئی وقعت نہ رکھتی تھیں۔ اور جو دراصل اس بڑے راز کے افشا کرنے میں جس کی اسے جستجو تھی۔ ذرا بھی مدد نہ دیتی تھیں۔ گزارے تھے + لائنل نے قلم دوات اور کچھ کاغذ نکالے۔ اور وہیں ہلکے ہلکے نہایت صاف ستھرے دستخط سے کچھ لکھنے بیٹھ گیا + جلدی ہی ایک رقعہ لکھ کر ختم کیا۔ اسے تہ کرکے وہیں رکھ دیا۔ اس کے بعد دوسرا لکھ کر رکھا۔ ان میں سے ایک پر لکھا تھا "بخدمت شریف والد صاحب"۔ دوسرا کچھ زیادہ سادہ تھا۔ اس پر صرف یہی الفاظ تھے "پروفیسر کیڈ منگور کو پہنچے" +

تھوڑی دیر تک وہ ان دونوں رقعوں کو دیکھتا رہا۔ اور دل میں کہنے لگا۔ بالکل ایسا معلوم ہوتا ہے۔ جیسے میں بھاگ جانے کو ہوں + مجھے یاد ہے۔ مسٹر مونٹرو ز نے بھی مجھے کہا تھا۔ کہ بالکل تھک کر چور ہو جانے سے اچھا ہے۔ کہ تم کبھی کبھی بھاگ نکلا کرو + مونٹروز کا خیال آتے ہی اسے یاد آیا۔ کہ وہ اپنی کتاب کلیات ہومر اتفاقاً بھول گئے تھے۔ اور وہ اب تک یہیں پڑی ہے + یہ خیال آتے ہی اس نے ایک الماری میں سے وہ کتاب نکال کر اسے ڈاک میں ڈالنے کو تیار کیا۔ پھر ایک رقعہ اور لکھا جس کا مضمون یہ تھا:۔

"پیارے ولی۔ تم اپنی کتاب کلیات ہومر یہیں چھوڑ گئے۔ میرا ارادہ اسے فوراً بھیج دینے کا تھا۔ مگر اتفاق سے خیال نہیں رہا + اب چونکہ میں جانے والا ہوں۔ ایسا نہ ہو۔ یہ میرے آبا کی کتابوں میں مل کر اِدھر اُدھر ہو جاوے۔ چنانچہ میں اسے پروفیسر کیڈ منگور کو دئے جاتا ہوں۔ وہ اسے ڈاک میں ڈال دیں گے + میں آپ کی مہربانیوں کا نہایت ہی مشکور ہوں۔ مجھے وہ اب تک یاد ہیں۔ اور شاید آیندہ بھی

کبھی نہیں بھولوں گا۔ میری نسبت کچھ فکر نہ کریں۔ میں اچھی طرح ہوں۔

آپ کا ممنون احسان اور پیار کرنے والا شاگرد لائنل۔

اس رقعہ کو اس نے لفافہ میں بند کیا۔ اور ایک اَور چِٹ لکھ کر اس کے پاس رکھ دی جس میں لکھا تھا "پیارے پروفیسر کیا آپ مہربانی کر کے یہ خط اور کتاب میری طرف سے مسٹر مونٹروز کو بھیجنے کی تکلیف گوارا کریں گے۔ وہ اسے غلطی سے یہاں چھوڑ گئے تھے۔ لائنل"۔

قلم دوات ٹھکانے سے رکھ کر اس نے دل میں کہا۔ خیر یہ تو ہوا۔ اماں کو خط لکھنا تو بے کار ہے۔ لکھوں بھی تو ان تک کیسے پہنچے؟ لائنل کھڑکی کی طرف گیا۔ چاندنی پوری کھلی ہوئی تھی۔ اور دروازہ کھولتے ہی ہوا کے خوش گوار جھونکے اندر آنے لگے۔ اس وقت کا سماں بڑا ہی دل فریب تھا۔ مُردہ دلوں میں نئی روح پھونکنے والی اور اُداس طبیعتوں کو خوش کرنے والی رات تھی۔ قدرت کاملہ اپنا پورا جمال دکھا رہی تھی۔ ایسے ہی منظر بعض وقت دنیائے زوال میں فردوس کی جھلک دکھاتے ہیں۔ یہی دل فریبیاں گری ہوئی طبیعتوں اور مایوس دلوں کو جینے پر آمادہ کرتی ہیں۔ ایسے ہی موقعوں پر باوجود ہزار رنج والم مصائب و تکالیف کے انسان کا دل درگاہ ایزدی میں شکر گزاری سے بھر جاتا ہے۔ مگر اس چھوٹے لڑکے کو جو اس وقت اس خوش نما منظر کو دیکھ رہا تھا۔ کچھ بھی بھلا نہ معلوم ہوا۔ اس کے نزدیک ہر چیز بلا وجہ پیدا کی گئی تھی۔ جس کی ہستی کا قطعی کوئی مدعا نہ تھا۔ ہر چیز فانی تھی۔ اور چند روز میں غائب ہو جانے والی۔

آج کل بعض ملکوں میں بچوں کو تعلیم دی جاتی ہے۔ کہ انسان کی اپنی خواہشات

اُس کی رہنما اور محافظ ہیں۔ اور خدا کا نام صرف پُجاریوں کی ایجاد ہے۔ جس سے وہ بُزدلوں کو ڈراتے ہیں۔ چنانچہ روح فانی ہے۔ اور مر کر باقی نہیں رہتی۔ لہذا دُنیا کے بعد ہمارے واسطے کچھ نہیں ہے۔ ان تباہ کن خیالوں سے جو زبون نتیجے دیکھنے میں آئے ہیں۔ اس کا کیا بیان ہو؟ ہزاروں بچے بے دین ہو گئے ہیں۔ بتیرے خدا سے منکر۔ مگر بعض وقت وہ غیر فانی روح پھر بھی اپنی اصلیت دکھائے بغیر نہیں رہتی۔ اور قدرتی طور پر بچوں کے بھٹکائے ہوئے دلوں میں بھی پروردگار کا خیال پیدا کرتی ہے +

چھوٹے لائنل کا دل ہرگز اس تعلیم کو قبول کرنے کے لئے جو اُسے دی جا رہی تھی۔ آمادہ نہیں تھا۔ اُسے قدرتاً خیال آتا۔ کہ کوئی چیز غیر فانی ضرور مجھ میں ہے۔ بڑا ہونے پر شاید اس کے خیالات بدل جاتے اور یہ یقین کرنے لگتا۔ کہ بے شک انسان کی اپنی خواہشات ہی اس کی سچی رہنما ہیں۔ مگر بچہ ننھا اور اسے اَور کوئی خواہش سوائے اس راز کے معلوم کرنے کے نہیں تھی۔ اور اس کی یہ پیاس سائنس دانوں کی ہزار دلیلیں بھی نہیں بجھا سکتی تھیں + کسی حکیم کا قول ہے۔ کہ بچوں کے اس قسم کے سوالات سارے منطق کی کنجی ہیں + آسمان قیامت تک لعنت برساتا رہے گا۔ ان لوگوں پر جو بچوں کے پاکیزہ دلوں کو مکروہ خیالات سے خراب کرتے ہیں۔ وہ لوگ قاتلوں سے بڑھ کر ہیں + بچوں کی روحوں کو کچل ڈالنے کا گناہ عظیم ان کے سر پر ہے۔ قوموں میں یہ تباہ کن خیالات پھیلانے والا فرقہ دن دونی رات چوگنی ترقی کر رہا ہے + ہزناسک (دہریہ) مصنف کی کتابیں آج کل مقبول عام ہو رہی ہیں + جتنے زیادہ مکروہ خیالات ہیں۔ اُتنی ہی زیادہ اُن کی تعریف اور شہرت + وہ وقت اب دُور نہیں۔ جب ہم بچوں

کے اس سوال کا کہ ہمیں کس نے پیدا کیا۔ یہ جواب دیں گے۔ کہ کسی نے نہیں، سائنس اسے ثابت نہیں کرتا۔ یہی دقت بیچارہ لائنل کو درپیش تھی۔ اسے اسی بات کی جستجو تھی۔ جس کا سائنس کے ذریعے پتہ نہیں لگتا۔ وہ کھڑکی کے پاس کھڑا ہوا تاروں کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اور خدا کی ہستی اور بڑائی کا یقین اس کے دل میں ایک دُھندلی پرچھائیں کی طرح چھایا تھا۔ کیسی اچھی بات ہے۔ اس نے دل میں کہا۔ کہ مَیں اب تھوڑی ہی دیر میں سب حال جان لوں گا۔ اور ممکن ہے جیسمین سے بھی مل سکوں۔ یہ اچھا نہیں۔ کہ میں وقت سے پہلے یہ سب باتیں جاننا چاہتا ہوں۔ مگر مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا۔ کہ میں بے فایدہ پڑھے جاؤں۔ اور بہت سی فضول باتوں کی جستجو میں وقت ضایع کروں۔ اور جو بات قابل جاننے کے ہے اسی کو چھوڑ دوں۔

اس نے یکایک گردن موڑ کر اندر دیکھا۔ کمرہ کی ایک طرف روشنی بہت صاف پڑ رہی تھی۔ کچھ موم بتی اور کچھ چاند کی روشنی میں اس کو ایک کُنڈا چھت میں اور سب کُنڈوں سے زیادہ بڑا نظر آیا۔ اس نے کرسی پر چڑھ کر اس میں لٹک کر دیکھا۔ کہ وہ اس کا بوجھ سہار سکتا ہے یا نہیں۔ کنڈا بڑا ہی مضبوط تھا۔ لائنل کچھ سوچ کر مسکرانے لگا۔ اور پُر فضا کلوولی کا خیال آیا۔ اور اس عجیب سیاح کا جس کی لاش سمندر کے کنارہ ایک جھونپڑی کی چھت سے لٹکی ہوئی ملی تھی۔ اسے اس ماہی گیر کا یہ کہنا بھی یاد آیا۔ کہ اگر کوئی لمبا سا کپڑا اور کنڈا سامنے ہو۔ تو اس سے زیادہ کوئی بھی کام آسان نہیں۔ پھر اس نے وہ گلوبند اپنی ماں کا تحفہ جیب سے نکالا۔ اور اس کا ایک سرا کنڈے سے باندھ کر دوسرے سے ایک پھندا سا بنا لیا۔ جب یہ کر چکا۔ تو نیچے اترا۔ مگر کرسی ٹھیک اسی جگہ پر رہنے دی۔ اور پھر ایک دفعہ کنڈے کی

طرف دیکھ کر موم بتی بجھا دی + اب وہ اس کمرے میں بالکل تن تنہا کھڑا تھا۔ اس کی آنکھیں کھڑکی کی طرف لگی تھیں۔ جس میں سے پھولوں کی خوشبو اور چاند کی روشنی اندر آ رہی تھی + وہ دو چار قدم اُور آگے بڑھا۔ اور گھٹنے ٹیکے۔ ہاتھ جوڑ کر اس نے اپنا زرد دُبلا مگر مشتاق چہرہ چاند کے چمکتے ہوئے عظیم الشان کرہ کی طرف کیا + اس کی چاندی کی طرح چمکتی ہوئی کرنیں اس کے سنہری پریشان بالوں سے کھیلنے لگیں۔ اور ایک نہایت نھکے ہوئے اور پُر درد دل سے نکلی ہوئی دعائیں ہلکے ہلکے سُنائی دیں +

"اے ذرۂ عظیم۔ میں آج دُعا مانگتا ہوں۔ میں نے کبھی دُعا نہیں مانگی۔ اور نہیں جانتا۔ کہ کس طرح مانگوں۔ شاید تم میری آواز سُن نہ سکو۔ یا سُن کر پروا نہ کرو + مگر میں محسوس کرتا ہوں۔ کہ مجھے اپنے جذبات کا اظہار ضرور کرنا چاہئے + اے پیارے ذرے اگر تم ذی ہوش ہو۔ اور تمہیں دنیا کے لوگوں اور ان کے رنج و الم کی کچھ بھی خبر ہے۔ تو تم بہت کچھ ہو + میں تمہاری ہی جستجو میں آتا ہوں۔ اور اگر بالآخر تم واقعی خدا ثابت ہوے۔ تو میں کس قدر خوش ہو جاؤں گا + آہ! اگر تم واقعی خدا ہی ہو۔ تو تم مجھ غریب کا ترس کرو گے۔ میں بہت ہی ناخوش اور مصیبت زدہ ہوں دُنیا میں میرے لئے کسی طرح کی خوشی نہیں ہے + یہاں ان لوگوں کو جو مجھے پیارے ہیں۔ میں اپنے ساتھ نہیں رکھ سکتا + میں معلوم کیا چاہتا ہوں۔ کہ اس سے زیادہ اچھی اور خوشی کی جگہ بھی کوئی اُور ہے یا نہیں + اس وقت معلوم نہیں۔ کیوں مجھے یہ یقین ہے۔ کہ تم ذرہ نہیں بلکہ خدا ہو۔ اور وہ لوگ جو کہتے ہیں۔ کہ تم کچھ نہیں۔ غلطی پر ہیں + معلوم نہیں۔ یہ لوگ مرتے ہوئے کیا خیال کریں گے۔

کیا تم ان کے گناہ معاف کرو گے؟ کیونکہ ضرور انہوں نے میری طرح اَور بھی بہت سے بچوں کو مصیبت میں ڈالا ہوگا + وہ لوگ جو تیری ہستی سے انکاری ہیں۔ کسی مصیبت کو صبر سے جھیل نہیں سکتے۔ جس طرح میں اپنی ماں کی جدائی نہیں سہ سکتا + وہ لوگ ریوبن ڈیل کی طرح نہیں۔ کہ اگرچہ اسے اپنی بچی کی موت کا غم بہت ہے۔ مگر اسے یقین ہے۔ کہ تو نے سب اچھا ہی کیا ہے۔ اور اس کی بیٹی اس سے پھر مل جاوے گی + تو اب آخری دفعہ میں تجھے خدا سمجھ کر دعا مانگتا ہوں۔ کہ تو ہمیشہ میری پیاری ماں پر مہربانی کی نظر رکھنا + جب میں تیرے پاس پہنچوں گا۔ تو شاید تو خود مجھے کوئی صورت ان کی حفاظت کرنے کی بتا دے + اگر میں بھی جبیمین کی طرح فرشتہ بننے کا مستحق ہوا۔ تو میں ہر وقت ان کے ساتھ رہ کر ان کی حفاظت کر سکوں گا + مگر میں بغیر تیری مہربانی اور مدد کے کچھ نہیں کر سکتا۔ اور تو ہی مجھے اس کام میں مدد دینے والا ہے + میں اس وقت ان بے شمار تاروں کو دیکھتا ہوں۔ ان میں بھی بعض میں ہماری طرح کے لوگ آباد ہیں۔ وہ سب اور اس دُنیا کے کروڑہا آدمی تجھ سے اپنے اپنے واسطے دعا مانگتے ہونگے۔ مگر تو لوگوں کے دلوں کے راز جاننے والا ہے۔ اور تجھے معلوم ہوگا۔ کہ میرے خیالات صرف اپنے تک ہی محدود نہیں۔ بلکہ میں ہر اک چیز کی ہستی کا سبب معلوم کیا چاہتا ہوں + ہر طرف اس قدر درد اور مصیبت ہے۔ کہ میں بغیر اس کا سبب معلوم کئے نہیں رہ سکتا + اگر کوئی مجھے تیری ہستی کا پورا یقین دلاتا۔ تو میں آسودہ ہو جاتا۔ مگر مجھے کوئی ان سوالوں کا جواب نہیں دیتا۔ اس لئے میں خود تیرے پاس آکر معلوم کرتا ہوں + اے زمین اور آسمان کے پیدا کرنے والے۔ اے پہاڑوں اور سمندر

کے مالک۔ اے سورج اور چاند کے بانی۔ میں تیرے پاس آتا ہوں۔ دنیا مجھے ڈرا دیتی ہے۔ مگر تجھ سے مجھے خوف نہیں"+

اس کی یہ ہلکی دعا کی آواز تھوڑی دیر تک آئی۔ اور بند ہوگئی+ اسی طرح ہاتھ جوڑے ہوئے اس نے سوچا۔ کہ اب کیا کرنا چاہیئے+ اتنے میں اسے ایک بھجن یاد آیا۔ جس کو ہلکے ہلکے گاتا ہوا اٹھا۔ اور اس خوش نما منظر اور تاروں بھرے آسمان کی طرف ایک آخری نظر ڈال کر گلوبند کی طرف چلا۔ کرسی کو پکڑ کر چڑھنے کو تھا۔ کہ دروازہ پر نظر پڑی+ چپکے سے جا کر اسے آہستہ سے بند کیا۔ اور اب ہر طرح محفوظ ہو کر یہ معصوم بچہ دلی اطمینان اور مسرت کے ساتھ اپنے پیدا کرنے والے کی تلاش میں۔ جس کی ہستی سے اس کے بے رحم تربیت کرنے والوں نے انکار کیا تھا۔ خود چلا+ لحظہ بھر بعد ایک کرسی کے گرنے کی آواز آئی۔ اور سناٹا چھا گیا+ اسی وقت ایک روح قفس عنصری کو چھوڑ کر عالم ارواح کو سدھاری یعنی .... لائنل ختم ہوا+

باپ اور اُستاد لائنل کی لاش پر

دوسرے دن کہ نہایت ہی سہانی صبح تھی۔ ہر چیز روشن اور چمکدار تھی۔ چڑیاں میٹھی سروں سے گیت گا رہی تھیں۔ اور چھوٹی چھوٹی خوش رنگ تیتلیاں خوش نما پھولوں سے کھیلتی پھرتی تھیں۔ ٹھنڈی خوش گوار ہوا کے جھونکے دل و دماغ تازہ کر رہے تھے۔ مسٹر ویلسکورٹ کے دل پر بھی تھوڑا بہت اثر ہوا+ انھوں نے اپنے کمرے کی سب کھڑکیاں کھول دیں۔ اور باہر دیکھتے رہے۔ پھر ذرا تازہ

ہو کر کھانے کے کمرے کی طرف ناشتہ کرنے جا رہے تھے۔ کہ دفعتہً پر لوسی روتی ہوئی نظر آئی۔ کانپتی ہوئی آواز سے وہ کہہ رہی تھی: "ماسٹر لائنل کی خوابگاہ کھلی پڑی ہے۔ ان کا بستر بالکل صاف ہے۔ وہ رات کو وہاں نہیں سوئے۔ پڑھنے کے کمرے کا دروازہ بند ہے" اور "آہ" اتنا کہہ کر وہ اور بھی رونے لگی: "معلوم نہیں ان کو کیا ہوا۔ ان کی طبیعت بھی تو اچھی" ......

وہ ابھی پوری بات کہہ نہ پائی تھی۔ کہ پروفیسر کینڈ منگور آ گئے: "کون اچھا نہیں۔ کس کا ذکر ہے۔ کیا بات ہے" ؟ مسٹر ویلیسکورٹ نے جواب دیا: "لائنل اپنے کمرے میں نہیں ہے۔ اور یہ لڑکی کہتی ہے۔ کہ وہ رات کو بھی وہاں نہیں سویا۔ شاید یہ بھی اپنی ماں کی طرح بھاگ گیا ہے"۔ یہ کہتے ہی ان کو اپنی گھر والی کے خط کا وہ فقرہ کہ میری عادات اور خصایل لڑکے میں ہیں۔ کسی نہ کسی دن وہ بھی تمہیں چھوڑ جائے گا۔ ان کو یاد آ گیا۔ اور چہرہ غصے سے تمتما اٹھا۔

"نہیں۔ نہیں وہ اس قسم کا لڑکا نہیں۔ ممکن ہے۔ رات کو اسے نیند نہ آئی ہو۔ طبیعت نہ اچھی ہو۔ یا شاید وہ باہر پھرنے چلا گیا ہو۔ وہ اکثر صبح ہوا کھانے نکل جاتا ہے"۔

مگر یہ لڑکی کہہ رہی ہے۔ کہ پڑھنے کا کمرہ بند ہے" پھر لوسی کی طرف مخاطب ہو کر "اندر کی چٹخنی لگی ہے یا باہر کی" ؟

"جی صاحب۔ اندر سے بند ہے۔ اسی سے تو مجھے وہم ہوتا ہے۔ ایسا نہ ہو پیارے لائنل کو وہاں غش آ گیا ہو۔ میں نے کھٹکھٹایا۔ پکارا۔ چلایا۔ مگر کسی نے جواب نہیں دیا"۔

پروفیسر نے ذرا غصے سے کہا "کیا واہیات بکواس کرتی ہو۔ مجھے معلوم ہے اس دروازہ کا کھٹکا ذرا پرانا ہے۔ بعض وقت آپ ہی چٹخنی لگ جاتی ہے۔ جاؤ ہتھوڑی لے آؤ۔ ابھی دروازہ کھل جائے گا"+

وہ کمرہ کی طرف چلے۔ مسٹر ویلسکورٹ بھی پیچھے ہو لئے۔ اور تھوڑی دیر بعد لوسی باہر سے مالی کو کلہاڑی وغیرہ لئے ہوئے ساتھ لے آئی +

پروفیسر نے پہلے دروازہ کھٹکھٹایا۔ اور لائنل کہہ کر پکارا۔ کوئی آواز سوائے ایک خوش گلو چڑیا کے راگ کے کان تک نہ پہنچی + عجیب قسم کا خوف پروفیسر کے دل پر طاری ہوا۔ اور وہ مسٹر ویلسکورٹ کی طرف دیکھ کر بولے "بہتر ہے۔ آپ ہٹ جائیں۔ معلوم نہیں بچہ کس حال میں ہو"+

مسٹر ویلسکورٹ اسی طرح کھڑے رہے۔ ان کا چہرہ ابھی تک غصے سے سرخ تھا۔ مگر مسکرا کر انہوں نے کہا "کوئی بات خوف کی نہیں ہے۔ وہ آخر اپنی ماں کا بچہ ہے۔ جعل سازیاں مکر اور فریب اس میں بھی کم نہیں۔ ہمیں دھوکا دینے کو اندر سے دروازہ بند کر کے کھڑکی کی راہ سے بھاگ گیا ہے۔ اس سے زیادہ اغلب اور کیا بات ہو سکتی ہے"؟ پروفیسر نے اس کا کچھ جواب نہیں دیا + تھوڑی دیر میں دروازہ کھلا + لوسی کے زور سے چلانے کی آواز آئی۔ اور پروفیسر "گڈ منگو" "یا خدا" کہتے ہوئے کمرے سے باہر نکلے "ویلسکورٹ آپ نہ دیکھئے۔ ہٹ جائیے۔ غضب ہو گیا۔ آپ کا بچہ مر گیا"+

مگر مسٹر ویلسکورٹ جلدی سے اندر داخل ہوئے۔ اور اس دردناک صورت کو جو سخت دلوں کو ہلا دیتی۔ جو غیروں کو بھی خون کے آنسو رلانے کے لئے کافی تھی۔

حق سے دیکھتے رہے + کیا یہ چھت کی کڑی سے لٹکی ہوئی لاش انہیں کے اکلوتے بیٹے کی تھی ؟ کیا یہ اسی کی لاش تھی جس کی زندگی کے لئے مسٹر ویلیسکورٹ نے ہزاروں منصوبے باندھے تھے جس کی شہرت اور تعریف کے لئے انہوں نے اپنے خیال میں بہترین طریقے اختیار کئے تھے ؟ کیا اس بچے کی قسمت میں سوائے دو گز کفن کے کچھ نہ تھا ؟ کیا وہ صرف اسی واسطے دنیا میں آیا تھا ؟ ہاں کسی شاعر نے سچ کہا ہے ؎

از بیابانِ عدم تا سر میدانِ وجود۔ بہ تلاشِ کفنے آمدہ عریانے چند +

مسٹر ویلیسکورٹ اپنے ہونہار بچے کی لاش کو اسی طرح دیکھتے رہے ہیں بڑی حیرت سے کہنی ہوں۔ کہ ان کے دل پر اس وقت بھی رحم یا محبت نے پرچھائیں نہیں ڈالی + خاموش کھڑے ہوئے وہ لوسی کو سسکیاں لیتے اور پروفیسر گیڈ منگور کو نہایت حسرت اور یاس کے ساتھ اس چھوٹی لاش کو کڑی میں سے اتار کر زمین پر لٹاتے ہوئے دیکھا کئے + پروفیسر کی آنکھیں موٹے موٹے آنسوؤں سے بھری ہوئی تھیں + انہوں نے لاش کے دل کو چھوا۔ مگر اس کی حرکت مدت پہلے بند ہو چکی تھی + شیشہ اس کے ہونٹوں سے چھوا۔ کہ ممکن ہے تھوڑی بہت سانس باقی ہو۔ مگر معصوم مرحوم کا طائر روح گھنٹوں پہلے پرواز کر چکا تھا۔ اور اب کوئی دنیاوی طاقت نکلی ہوئی سانس کو واپس نہیں لا سکتی تھی + پروفیسر گیڈ منگور نے پھر بڑی بیوسی سے کہا "یا خدا! کہاں تک نوبت آئی بیچارہ معصوم بچہ! پھر مسٹر ویلیسکورٹ بولے" کیا یہ بالکل مر چکا ہے" ؟

"ہاں۔ بالکل۔ کیسی حسرت ناک موت ہے۔ لوسی رو نہیں۔ میرے بھی اوسان

جلتے ہیں۔ ادھر آؤ۔ سہارا دو میں اسے پلنگ پر لٹاؤں" + پھر ویلسکورٹ کی طرف مخاطب ہو کر "کیسی دردناک بات ہے۔ اتنی چھوٹی عمر میں کیسے ہونہار کا خاتمہ ہوا + ویلسکورٹ مجھے آپ کے ساتھ دلی ہمدردی ہے۔ آپ کا بڑا ہی لائق اور ہونہار لڑکا جاتا رہا" + اتنا کہتے ہوئے پروفیسر نے گردن موڑی۔ اور منہ چھپا لیا + لوسی زار زار روتی ہوئی معصوم کی لاش پر جھکی + اس کے بال پیچھے کئے۔ اور دونو ہاتھ چھاتی پر رکھ دئے + مسٹر ویلسکورٹ نے ایک عجیب لہجے سے کہا "دیوانگی کا فعل ہے" + وہ یہ کہتے ہوئے رکے + اب تک انہوں نے لاش کی طرف ایک قدم بھی نہیں بڑھایا تھا + ان کی طبیعت اس جھگڑے سے تنگ آ رہی تھی۔ اور چاہتے تھے۔ کہ جس قدر جلدی ممکن ہو لاش اُٹھے۔ اور نظر سے اوجھل ہو + یکا یک ان کی نظر لائنل کے خطوں پر پڑی + "یہ لو دو خط پڑے ہیں۔ ایک تمہارے نام ہے۔ اور دوسرا میرے" + انہوں نے ہچکچاتے ہوئے اپنے والا خط اُٹھا لیا۔ کہ یہ سوچ کر کہ شاید لائنل نے خودکشی کے لئے مجھے قصور وار ٹھیرایا ہے۔ اور زیادہ کام کی شکایت کی ہے۔ ایک غصے کی نظر اس کے مردہ جسم پر ڈالی۔ مگر اس میں کسی قسم کی شکایت نہ تھی وہ بہت مختصر تھا۔ اور صرف اتنا لکھا تھا:-

"میرے پیارے ابا۔ میں نے اکثر آپ کو کہتے سنا ہے۔ کہ جب انسان مرجاتا ہے تو اس کے جسم کی کوئی وقعت نہیں ہوتی۔ خواہ جلا دیں۔ دفن کریں۔ یا سمندر میں بہا دیں۔ سب یکساں ہے + میری آپ سے آخری التجا ہے۔ کہ آپ میری لاش یہاں کے ہی قبرستان میں دفن کروائیں + یہاں کا ایک شخص مسٹر ریوبن ڈئیل بہت اچھی قبریں بناتا ہے۔ اور میری خواہش ہے۔ کہ میری قبر اس کی چھوٹی بچی جیسمن کی

قبر کے پاس بنائی جاوے۔ میں ایک دفعہ جیمن سے ملا تھا۔ اور مجھے وہ بڑی پسند تھی۔ اب وہ اور میں دونو مر چکے ہیں۔ اور آپ کو تو اس میں کوئی عذر نہیں ہوگا۔ کہ میری قبر اس کے پاس ہو۔ کیونکہ مرنے کے بعد تو انسان کی کوئی حقیقت نہیں۔ ان کو لوگ جلدی بھول جاتے ہیں۔ اور آپ بھی مجھے بہت جلد بھلا دیں گے۔ مگر یہ میری آخری التجا ضرور قبول کریں۔ اور یہ بھی کہ یہ گلو بند جو آپ کو میری گردن سے بندھا ہوا ملے گا۔ میرے ساتھ دفنا دیں۔ اور مہربانی کر کے اگر ممکن ہو۔ تو میری اماں کو میرا پیار کہلا بھیجیں۔ آپ کا بیٹا لائنل ویلسکورٹ"۔

اتنے میں پروفیسر تھوڑی دیر بعد کھانستے اور عینک کے شیشے پونچھتے ہوئے اپنا خط پڑھنے لگے۔ وہ پہلے والے سے بہت زیادہ لمبا تھا۔ اور کچھ ایسے درد بھرے طرز سے لکھا ہوا۔ کہ پروفیسر کا صبر و قرار کھوئے دیتا تھا۔ اس کا مضمون تھا۔

"پیارے پروفیسر۔ آپ کی لاانتہا مہربانی کا میں بڑا ہی مشکور ہوں۔ مجھے معلوم ہے۔ کہ پہلے میں آپ کو بالکل پسند نہیں تھا۔ اور مجھے امید ہے۔ کہ آپ مجھے اب پھر اس بات سے بُرا نہ خیال کرنے لگیں گے۔ کہ میں نے جینے کی کوشش چھوڑ دی ہے۔ مجھے آپ لوگوں کی خواہش کے مطابق علم حاصل کرنے میں سالہا سال محنت کرنی پڑتی۔ اور مجھے اس میں کوئی بھی فایدہ نہیں معلوم ہوتا تھا۔ کیونکہ وہ خاص بات جسے میں معلوم کیا چاہتا ہوں۔ صرف ذرہ یا خدا کی نسبت ہے۔ اور آپ بھی یہ مسئلہ حل نہ کر سکے۔ یہ سب خیال مجھے بہت ہی ستا دیتے تھے۔ اور جب سے میری اماں چلی گئیں۔ اور پھر بیچاری جیمن مری۔ مجھے دنیا کی مصیبت کا

ایسا نقشہ جما کہ میری سمجھ میں نہیں آیا۔ ان باتوں کا کیا مدعا ہے۔ اور میں نے یہ ارادہ کرلیا۔ کہ میں آپ معلوم کروں۔ کہ لوگوں پر یہ مصیبت ڈالنے میں خدا کی کیا مصلحت ہے + مجھے دراصل پورا یقین ہے۔ کہ خدا ہے۔ اور جو میں میں اس تک پہنچا۔ میں خود معلوم کروں گا۔ شاید وہ مجھے آج ہی رات کو مل جاوے + اس وقت بھی مجھے وہ اپنے بالکل قریب معلوم ہوتا ہے۔ آپ کو یاد ہوگا۔ آپ نے ایک دفعہ کلووِلی میں مجھے سائیکی کا قصہ سنایا تھا۔ میں بھی اس کی طرح اپنے چراغ کی مدد سے یہ راز افشا کیا چاہتا تھا۔ مگر اب میرا خیال ہے۔ کہ اس چراغ کو گل کرکے میں زیادہ اچھی طرح پتہ لگا سکوں گا + خدا کی تلاش میں ایسی مدھم روشنی کی ضرورت نہیں + کتابیں ہزاروں باتیں کہتی ہیں۔ ایک مصنف دوسرے پر نکتہ چینی کرکے اسے غلط ثابت کردیتا ہے + اس طرح کسی بات کا خاص طور پر پتہ نہیں چلتا۔ مگر پیارے پروفیسر مجھے پورا یقین ہے۔ کہ ہمیں پیدا کرنے والا خدا ہی ہے + مجھے امید ہے۔ آپ بھی اس مسئلہ پر اچھی طرح غور کرینگے + اگر میں واقعی اس وقت خدا کے گھر جاتا ہوں۔ اور سب روحیں اسی کے پاس پہنچتی ہیں۔ تو میں آپ سے پھر ملوں گا۔ اور مجھے آپ کو دیکھ کر بڑی ہی خوشی ہوگی + مجھے بھی شروع میں آپ پسند نہ آئے تھے۔ مگر کلووِلی میں مجھے آپ سے خاص محبت ہوگئی۔ میرا ارادہ تھا۔ کہ میں والد سے کہ کر آپ کے ساتھ اور کئی برس رہوں۔ مگر جیمسن کی موت نے میرا ارادہ بدل دیا + میں نہیں سمجھ سکا۔ کہ اس غریب کو مار ڈالنے سے کیا فایدہ تھا۔ چنانچہ میں نے قصد کیا۔ کہ اس بات کا پتہ ضرور لگاؤنگا۔ اچھا اب خدا حافظ + میرا خیال ہے۔ کہ اگر آپ میرے سے اور کسی بچے کو پڑھانے

جائیں۔ تو اسے یہی سکھا دیں۔ کہ ہمیں پیدا کرنے والا ذرہ نہیں۔ بلکہ خدا ہے۔ جو کوئی بات بغیر خاص مصلحت کے نہیں کرتا + آپ کو ضرور بہت کچھ سوچا ہوگا۔ کیونکہ آپ کی رائیں پختہ ہیں۔ اور آپ نے بہت کچھ پڑھا ہے۔ مگر مہربانی کر کے میری خاطر سے کسی دوسرے لڑکے کی تعلیم کا بیڑا اُٹھانے کے پیشتر آپ ضرور پھر اس بات پر غور کریں + آپ کی مہربانیوں کا دلی شکریہ ہے۔ آپ کا ممنون احسان شاگرد۔ لائنل" +

پروفیسر کیڈ منگور کے دل پر اس معصوم مگر عجیب بچے کے اس خط نے جس میں اس کی مصائب و تکالیف کا ایسے پُر درد الفاظ میں ذکر تھا۔ بڑا ہی گہرا رنج دِہ اثر کیا + ان کے جھریاں پڑے ہوئے رخساروں پر آنسو بہنے لگے + ایک بڑے سے زرد ریشمی رومال سے آنسو پونچھ کر یہ ویلسکورٹ کی طرف جواب غور سے اپنے بچہ کی لاش کو دیکھ رہے تھے مڑے + وہ ان کی طرف مخاطب ہوئے۔ اور دھیمی آواز سے ایک ایک لفظ تول تول کر بولے "کتنی عجیب بات ہے۔ کہ مرکر بھی مشابہت کہیں نہیں جاتی۔ اس بچے کی آنکھیں بالکل اپنی ماں کا نمونہ ہیں۔ اور مزاج بھی ویسا ہی ہے۔ وہ ہمیشہ ذلیل باتیں پسند کرتی تھی۔ اس کی آخری التجا مجھ سے سوائے اس کے کچھ نہیں۔ کہ مجھے ایک دہقان کی بچی کی قبر کے نزدیک دفن کر دینا + میں ان واہیات باتوں کا کچھ خیال نہیں کروں گا۔ اس کی لاش وہیں دفن ہوگی۔ جہاں ہمارے خاندان کی رسم ہے" +

پروفیسر کیڈ منگور یہ سن کر ویلسکورٹ صاحب کی امید کے خلاف بڑے غصے میں آگئے۔ اور بولے "ویلسکورٹ آپ کا دل حقیقت میں پتھر کا ہے +

اپنے اکلوتے بچہ کی لاش آنکھوں کے سامنے ہوتے آپ اس کی ذراسی آخری خواہش پوری کرنے سے انکار کرتے ہیں + زندگی میں اس نے کبھی کوئی خواہش ظاہر نہیں کی۔ آپ کے مظالم وہ نہایت ہی صبر اور استقلال سے سہتا گیا + آپ کی سختیاں آخر میں اس کی موت کا باعث ہوئیں + اس کی صحت مدت سے خراب تھی۔ ڈاکٹر ہارٹلی نے مجھ سے کہا تھا۔ کہ اگر حفاظت نہ ہوئی۔ تو اس کی جان کا خطرہ ہے + مجھ سے جہاں تک ہوا۔ میں نے اس کی صحت قایم رکھنے کی کوشش کی۔ میں نے اسے ہر وقت کھیلنے کی اجازت دے دی تھی + میں بھی آپ کے جابرانہ احکام کو بجا لانے ڈرتا تھا۔ کیونکہ اس کا جسم ہرگز اس قدر کام کی طاقت نہیں رکھتا تھا + اس کا ایسی دردناک موت مرجانا صرف آپ کے ظلم اور ستم کا نتیجہ ہے + مگر یاد رکھئے۔ اگر یہ آخری خواہش اس کی پوری نہ کی گئی۔ تو آپ کی بدنامی کی کوئی حد نہ رہے گی + آپ کو معلوم ہے۔ میری ہر اک تحریر کا اثر عوام کے دلوں پر کتنا ہوتا ہے + میں اس بچے کے اس طرح خودکشی پر مجبور کردئے جانے کے قصے کو انگلستان بھر میں مشہور کردوں گا۔ اور یہ بھی سب پر ظاہر کروں گا۔ کہ آپ کے ہی ظالمانہ سلوک نے آپ کی بیوی کو بھاگ جانے پر مجبور کیا +

مسٹر ویلسکورٹ یہ گفتگو سن کر۔ اور پروفیسر کیڈمنگور کا غصہ سے بھرا ہوا چہرہ دیکھ کر سکتے میں رہ گئے۔ اور کہا :۔

" مجھے واقعی آپ سے یہ باتیں سن کر سخت تعجب ہے + مہربانی کرکے اتنے پریشان نہ ہوں۔ آپ ہمیشہ میرے .... لڑکے پر بہت مہربان رہے۔ اور آپ کی یہ خواہش ہے تو مجھے اس کو یہاں دفنانے میں کوئی خاص عذر نہیں۔ بلکہ اس سے تو اس کی دیوانگی زیادہ واضح طور پر ظاہر ہوگی۔ کیونکہ اس کی حیثیت کا کوئی صحیح دماغ لڑکا ہرگز ایک

دہقان کی لڑکی کے پاس دفنایا جانا گوارا نہیں کرسکتا۔ آپ کا یہ الزام۔ کہ میرے جبر اور ستم سے یہ مرگیا۔ بڑا ہی تعجب خیز ہے۔ کوئی مضبوط دماغ لڑکا پڑھنے سے تھک نہیں جاتا۔ میں اس کے دماغ کو بہت قوی سمجھتا تھا۔ مگر میری غلطی تھی۔ اس کی خودکشی میرے لئے سخت تکلیف کا باعث ہوگی۔ گھر میں جستجو اور تحقیقات شروع ہو جائیگی۔ خیر میں ڈاکٹر کو بلاتا ہوں۔ جس قدر جلدی ان باتوں کا فیصلہ ہو ٹھیک ہے"۔

پروفیسر کیڈمنگور نے اس پلنگ کی طرف اشارہ کرکے جہاں بیچارہ لائنل اب آخری نیند سو رہا تھا۔ کہا "نہیں اپنے بچہ کا ذرا بھی پیار نہیں۔ ورنہ ایسی دردناک صورت سامنے ہوتے آپ کے منہ سے الفاظ نہ نکلتے"۔

"محبت چیز ہی کیا ہے۔ دنیا میں کسی کو کسی سے محبت نہیں ہوتی۔ اور کوئی سمجھدار باپ اپنی اولاد کو پیار نہیں کرتا۔ صرف اتنا ہی فرض ہے۔ کہ دنیا میں اپنے لڑکوں کو کارآمد بنانے کی کوشش کرے۔ مجھے اس لڑکے سے بڑی امیدیں تھیں۔ مگر اس کا دماغ جس پائے کا میں نے سمجھا تھا۔ نہیں تھا۔ بہت ہی کمزور۔ شاید کسی حد تک بگڑا ہوا تھا۔ اور اسی دیوانگی کی حالت میں اس نے خودکشی کی۔ مگر وقت گزرنے پر ثابت ہوگا۔ کہ یہی اس کے لئے سب سے اچھی بات تھی۔ خیر اب میں ڈاکٹر کو بلاتا ہوں"۔

یہ کہکر انہوں نے دو چار بڑے بڑے قدم اٹھائے۔ اور بڑے اطمینان سے باہر چلے گئے۔ اب پروفیسر کیڈمنگور جو علم و ہنر کی مجسم تصویر تھے۔ اپنے ننھے شاگرد کی لاش کی طرف بڑے ادب سے بڑھے۔ اور انتہائے رنج و الم میں اس وقت اپنے فلسفہ اور سائنس کے تمام اصولوں کو بھلا بیٹھے۔ اپنے سب سے چھوٹے شاگرد کی لاش جس کی زندگی سے ان کو بڑی بڑی امیدیں تھیں۔ جس کو تصورِ خیال میں انہوں

نے اکثر "دنیا" کا سب سے نامی آدمی دیکھا تھا۔ ان کے سامنے پڑی تھی۔ یہ رنج و اندوہ سے بھرے ہوئے دل اور آنسو ٹپکتی ہوئی آنکھوں سے اسے دیکھتے رہے۔ پھر اس کے ٹھنڈے سفید چہرے کو اپنے زانو پر رکھ لیا۔ بال پیچھے کر کے اس کی پیشانی پر بوسہ دیا۔ اور کہا "بچے تجھے موت نے کس قدر جلدی چھین لیا۔ تیرے ابا کے خیال میں موت تیرے لئے سب سے اچھی چیز تھی۔ ہاں سچ ہے۔ ایسے باپ اور ماں کے ساتھ جی کر تو کیا کرتا۔ اور شاید ایسے استاد کے ساتھ بھی۔ کیونکہ میں نے بھی تیرا دل توڑا۔ اچھا جب خدا کی تلاش میں تو چلا ہے۔ وہ ہم سب کے گناہ معاف کرے۔ اور میرے لعل میں وعدہ کرتا ہوں۔ کہ تیری خاطر سے ضرور سوچوں گا۔ کہ تیرے ایسے بچوں کو بجائے ناسٹک بنانے کے دینی تعلیم دینا۔ اور خدائے عزوجل کے قدموں تک پہنچا کر وہیں چھوڑ دینا اچھا ہے یا نہیں؟

پھول تو دو دن بہارِ جانفزا دکھلا گئے ۔ حسرت ان غنچوں پہ ہے جو بِن کِھلے مرجھا گئے۔

معصوم مرحوم کے انتقال پُر ملال کی خبر گاؤں بھر میں دلی رنج و اندوہ اور نہایت قلق و اضطراب کے ساتھ سنی گئی۔ آج گھر گھر لائنل کی بے وقت موت اور اس کی مختصر زندگی کی لاانتہا مصیبتوں کا چرچا تھا۔ گاؤں بھر کے پیر و جوان جنازہ کے ساتھ تھے۔ اور آج صبح پھر ایک دفعہ ریوبن ڈیل ایک بڑے ہی پُر درد کام میں مصروف اپنی پیاری بچی کی قبر کے پاس ایک دوسری قبر کھود کر اسی کے کنارے کھڑا ہوا بھری ہوئی آنکھوں سے اس ہجوم کو دیکھ رہا تھا۔ پروفیسر گیڈ منگور قبر کی دوسری جانب تعظیماً سر جھکائے ہوئے فاتحہ کے زریں الفاظ بغور سُن رہے تھے۔ نرم دل پادری

نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا۔ "خداوند کریم نے اپنی لاانتہا دانش اور مہربانی سے۔ آج ہمارے اس پیارے معصوم بھائی کو دُنیا سے اُٹھالیا ہے۔ چنانچہ ہم اس کا جسم خاکی اس پورے یقین کے ساتھ۔ کہ وہ پھر ایک روز زیادہ شان دار صورت میں اٹھے گا۔ اور خدا کے دو عالم کا ایک جزو بنے گا۔ سپردِ خاک کرتے ہیں"۔

مسٹر ویلسکورٹ حقارت سے ان الفاظ کو سنتے رہے۔ ان کی طبیعت گھبرا رہی تھی۔ کہ ان کو مسیحی مذہب کے قواعد کے مطابق اپنے بچے کے جنازہ کی آخری رسمیں ادا کرنی پڑیں۔ اور خداوند کریم کا نام سن کر جب ساری خلقت نے تعظیماً گھٹنے ٹیکے۔ انہوں نے گردن تک نہ جُھکائی۔

تھوڑی دیر میں سب گاؤں والے نہایت پُر درد دل کے ساتھ رخصت ہوئے۔ بعض نرم دل عورتیں آنسو پونچھ رہی تھیں۔ اور بعض کسی کے بے قرار دل کو تسکین دینے کی کوشش میں تھیں۔ مسٹر ویلسکورٹ اور پروفیسر کیڈمنگور بہت دیر تک وہیں کھڑے رہے۔ اور ننھے لائنل کے مُردہ جسم کو جو اس وقت پھولوں سے بالکل ڈھکا ہوا تھا۔ دیکھتے رہے۔ ریوبن ڈیل بڑی ہمدردی سے مسٹر ویلسکورٹ کے پاس گیا۔ اور پُر درد الفاظ میں ان کو تسلی دینی چاہی۔ اور کہا۔ "خدا آپ کو صبر دے۔ اس کی مہربانی سے آپ اس سخت صدمے کو سہ سکیں۔ وہ آپ پر رحم کرے"۔ مسٹر ویلسکورٹ نفرت سے پروفیسر کی طرف مڑے۔ اور پوچھا۔ "کیا یہ کچھ انعام چاہتا ہے"؟

ریوبن ڈیل نے آگے بڑھ کر کہا۔ "نہیں۔ نہیں صاحب آپ کو غلط فہمی ہوئی۔ میرا یہ مطلب ہرگز نہ تھا۔ ابھی صرف پانچ دن ہوئے۔ میں نے اپنی ننھی بچی کو سپرد خاک کیا تھا۔ اور اگرچہ آپ بڑے آدمی ہیں۔ اور میں بیچارہ ایک غریب مزدور۔ مگر میری اور

آپ کی حالت اس وقت یکساں ہے + میری چھوٹی لڑکی اور آپ کا عزیز بیٹا ایک دن یہاں ہی آکر کھیلے تھے + اس بیچاری کے آخری الفاظ یہ تھے۔ کہ لائنل کو میرا پیار کہنا۔ اور اس کی آخری آرزو یہ ہے۔ کہ جیمسن کے پاس مجھے بھی دفن کرنا + خدا کی حکمتیں ہماری عقل سے باہر ہیں۔ اور میں نے صرف آپ کی تسلی کو یہ کہنے کی جرأت کی" +

مسٹر ویلیسکورٹ تکبر بھری آنکھوں سے اسے دیکھتے رہے۔ شاید تعجب کرتے تھے کہ یہ مزدور میری اور اپنی حالت میں یگانگت بتانے کی ہمت کرتا ہے + پھر بولے "میری تسلی کو؟ میں اس دن کو۔ جب تمہاری لڑکی کے ساتھ میرا بچہ کھیلا۔ اس کی زندگی کا سب سے منحوس دن خیال کرتا ہوں۔ ممکن تھا اگر اسے اس کی موت کا اتنا صدمہ نہ ہوتا۔ تو وہ اس طرح خودکشی نہ کرتا۔ اور خدا کی مصلحت کا مجھے ہرگز یقین نہیں" +

"اچھا"! ریوبن نے کہا "تو مجھے آپ کے ساتھ اور بھی ہمدردی ہے۔ کیونکہ آپ کو اس عظیم صدمہ کا برداشت کرنا اور بھی گراں گزرے گا + آپ خدا کا یقین کریں یا نہ کریں آپ کا صدمہ بھاری ہے + آپ سے بڑا ہی ہونہار لڑکا ہمیشہ کو جدا ہوا" +

مسٹر ویلیسکورٹ بغیر جواب دئے مڑ گئے۔ اور گھر کا راستہ لیا۔ مگر پروفیسر کیڈ منگور ٹھیرے رہے + انہوں نے اپنی ٹوپی اتاری۔ اور ریوبن ڈیل کی طرف مصافحہ کے واسطے ہاتھ بڑھایا + وہ تعجب سے جھجکا۔ مگر پروفیسر کی آنکھوں کو دیکھ کر۔ کہ آنسوؤں سے بھری ہوئی تھیں۔ اس نے ان کا مطلب سمجھا۔ اور ہاتھ پکڑ لیا + پروفیسر نے کہا "مجھے یہ لڑکا عزیز تھا۔ مجھے دنیا میں کسی سے محبت نہیں۔ مگر اس سے پیار کرنا میں نے سیکھ لیا تھا + اس کے والد اس کا خیال بہت جلد بھلا دیں گے۔ مگر میری آرزو ہے۔ کہ تم اس کی اس آخری آرام گاہ کو ہمیشہ اچھی حالت میں رکھنا۔ اور اگر اس کے متعلق کوئی خرچ ہو۔ تو

میں ادا کروں گا۔"

"خرچ! صاحب اس میں کیا خرچ ہو سکتا ہے ؟ اس کا خرچ صرف وہ خون کے آنسو ہوں گے۔ جو ہمیشہ میری آنکھیں ان دونوں کی قبر پر بہایا کرے گی۔ میری بچی کی قبر سے لائنل کی قبر کا کچھ تھوڑا سا فاصلہ ہے۔ اور جب تک میرے دم میں دم ہے۔ یہی دونوں چھوٹی قبریں سب سے اچھی اور خوب صورت نظر آئیں گی۔ گلاب اور موتیے کے پھول ہمیشہ ان معصوموں پر سایہ کئے رہیں گے۔ اور اس میں سوائے تھوڑی سی محبت اور خیال کے کچھ خرچ نہ ہوگا۔"

پروفیسر نے پھر اپنا ہاتھ بڑھایا۔ اور مصافحہ کیا۔ "خدا کی برکتیں تمہارے اوپر ہوں۔" کہتے ہوئے انہوں نے ایک آخری الوداعی۔ محبت بھری نظر پھر اپنے ننھے شاگرد کی تربت پر ڈالی۔ اور یاس وحسرت سے سر جھکائے ہوئے گھر لوٹ گئے۔

اندھیرا ہونے کے پہلے قبرستان سنسان ہو گیا تھا۔ عبادت گاہ کے ایک کمرے میں تو کوئی شخص بیٹھا ہوا بھجن گا رہا تھا۔ مگر باہر بالکل خاموشی تھی۔ صرف ان دونوں نئی بنی ہوئی تربتوں پر۔ جن میں دو معصوم پھول سے بچے ہمیشہ کو میٹھی نیند سو رہے تھے۔ ایک خوش گلو بلبل مرثیہ خوانی میں مصروف تھی۔